REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWS PAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57.

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ عبدہٖ المسیح الموعود

REGD. NO. P/GDP-3

وَلَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّۃٌ

جلد ۲۴

شمارہ ۲۶

ہفت روزہ بدر قادیان

ایڈیٹر: محمد حفیظ بقاپوری

نائبین: جاوید اقبال اختر - محمد انعام غوری -

شرح چندہ
سالانہ ۱۵ روپے
ششماہی ۸ روپے
ممالک غیر ۳۰ روپے
فی پرچہ ۳۰ پیسے

THE WEEKLY BADR QADIAN.

اخبارِ احمدیہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے بارے میں الفضل ۱۷ر جون میں شائع شدہ اطلاع یہ ہے کہ "حضور کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ الحمد للہ۔" لیکن جیسا کہ احبابِ کرام کو علم ہے گزشتہ کئی ہفتوں سے حضور انور کی طبیعت ناساز چلی آرہی تھی جس کی وجہ سے کمزوری بہت ہے۔ اور چونکہ ہماری جماعت کے خلاف کچھ فتنے پھر سر اُٹھا رہے ہیں اس لئے حضور انور کی طبیعت پر بہت بڑی جماعتی ذمہ داریوں کے باعث اثر ہے۔ قریباً دو ماہ سے حضور جمعہ بھی نہیں پڑھا سکے۔

احبابِ کرام اپنے پیارے امام کی صحت کاملہ عاجلہ کے لئے التزام اور توجہ سے دُعائیں جاری رکھیں اور حتی الامکان صدقات بھی دیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حضور کو صحت و سلامتی کے ساتھ کام کرنے والی لمبی زندگی عطا فرمائے۔ آمین۔

قادیان ۲۳ر احسان (جون)- حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب فاضل مع درویشان خیر و عافیت سے ہیں۔

قادیان ۲۳ر احسان- محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع اہل و عیال حیدرآباد دکن میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کا حافظ و ناصر رہے اور بخیریت واپس لائے۔

۱۵ر جمادی الاخریٰ ۱۳۹۵ھ ۲۶ر احسان ۱۳۵۴ ہش ۲۶ر جون ۱۹۷۵ء

غانا مغربی افریقہ میں تبلیغ اسلام

جماعتِ احمدیہ "وا" کی سالانہ کانفرنس۔ ایک مسجد کا سنگِ بنیاد۔ ایثار و قربانی کے عظیم مظاہرے

مکرم مولوی نصیر احمد صاحب چوہدری مشنری انچارج اشانٹی ریجن۔ غانا

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مارچ ۱۸۸۲ء میں یعنی قیامِ جماعتِ احمدیہ سے بھی سات سال قبل یہ بشارت دی گئی تھی کہ "ینصرک رجالٌ نوحی الیھم من السماء لامبدّل لکلمات اللّٰہ۔"

(براہین احمدیہ حصہ سوم)

کہ تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم اپنی طرف سے الہام کریں گے۔ خدا کی باتوں کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ یہ ایک وعدہ الٰہی تھا۔ جس کے ظہور کا مشاہدہ ہم ہر روز کر رہے ہیں۔ امسال جماعتِ احمدیہ "وا" کی سالانہ کانفرنس ۱۰-۱۱-۱۲ر اپریل کو "وا" میں منعقد ہوئی۔ اس علاقہ میں حضرت حکیم فضل الرحمٰن صاحب مرحوم کے ذریعہ ایک انسپکٹر پولیس نے احمدیت قبول کی۔ لیکن ان کے قبولِ احمدیت کے بعد تبادلہ کی وجہ سے اس علاقہ کے لوگوں کو احمدیت کے متعلق کچھ زیادہ معلومات نہ ہو سکیں۔ لیکن ان کے بعد احمدیت کے جاں نثار مجاہد حضرت مولوی نذیر احمد صاحب علی مرحوم کے ذریعہ ۱۹۳۱ء میں الحاج امام صالح نے کماسی میں ایک مناظرے کے بعد قبولِ احمدیت کی سعادت پائی۔

۱۹۶۱ء میں اس جماعت نے ایک لاکھ تیس ہزار روپے کے صرفِ کثیر سے ایک عالیشان مسجد بنائی جو اس علاقہ میں سب سے بڑی مسجد ہے۔ لیکن آج خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ مسجد بھی جماعت کے لئے کافی نہیں۔ اسلئے مسجد کو اور زیادہ وسیع کرنے کا پروگرام بنایا گیا ہے۔ اس سال جماعت احمدیہ "وا" کی سالانہ کانفرنس کا افتتاح مکرم مولوی عبدالوہاب بن آدم صاحب امیر و مشنری انچارج جماعت احمدیہ غانا نے کیا۔ انہوں نے اپنی افتتاحی تقریر میں کہا کہ اگر ہمیں خدا تعالیٰ پر اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر زندہ ایمان حاصل ہے تو کسی قسم کی مخالفت بھی احمدیت کی ترقی روک سکے یہ ممکن ہی نہیں۔ خدا تعالیٰ نے آج ہمیں موقع دیا ہے کہ ہم اسلام کے پیغام کو دُنیا کے کناروں تک پہنچائیں۔ لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنی قربانی کے معیار کو اور زیادہ بلند کریں تاہم ان دیوانوں میں شامل ہو جائیں جن کے متعلق حضرت المصلح الموعود فرماتے ہیں ؎

عاقل کا یہاں پر کام نہیں وہ لاکھوں بھی بے فائدہ ہیں
مقصود مرا پورا ہو اگر مل جائیں مجھے دیوانے دو

آپ کی تقریر کے بعد مکرم امام خالد صاحب نے "وا" میں ابتدائی احمدیوں کے حالات کے متعلق نوجوان نسل کو آگاہ کیا اور جب آپ نے الحاج امام صالح مرحوم کے ایثار و قربانی کو بیان کیا تو رقت سے ان کی آواز بھر آگئی۔ حاضرین میں سے اکثر کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ اور جلسہ گاہ میں ہر طرف نعرۂ تکبیر کی صدا گونجنے لگی۔

دوسرے روز نمازِ جمعہ کے بعد جب احبابِ جماعت کو قربانی میں حصہ لینے کا موقع دیا گیا تو بحکم قرآنی فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ کی مکمل تصویر بن مخلصین ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے شوق میں ٹوٹے پڑ رہے تھے۔ انفرادی اور اجتماعی طور پر قربانی کا یہ نظارہ بڑا ہی ایمان افروز تھا۔ آن کی آن میں میز پر سیڈیز کا انبار لگ گیا۔ اور جب منتظمین نے حساب کیا تو معلوم ہوا کہ پاکستانی روپے کے حساب سے یہ رقم اڑھائی لاکھ روپے بنتی ہے۔ گزشتہ سال جماعتِ احمدیہ "وا" کی سالانہ کانفرنس کی قربانی ایک لاکھ بیس ہزار روپے تھی۔ لیکن امسال خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے بڑھ کر یہ اڑھائی لاکھ روپے تک پہنچ گئی۔ الحمد للہ۔ یاد رہے کہ یہاں پر ممبرانِ جماعت باقاعدگی سے ماہانہ چندہ اس کے علاوہ دیتے ہیں۔ اکتوبر ۱۹۳۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریک جدید کا آغاز فرمایا تھا اور آپ نے پہلے سال کے لئے جماعت سے صرف ستائیس ہزار روپے کا مطالبہ کیا تھا، بیرونی ممالک میں تبلیغ اسلام کے لئے لیکن آج اسی تحریکِ جدید کے ذریعہ قائم ہونے والی جماعتوں میں سے صرف ایک جماعت کے جلسہ سالانہ کا چندہ اس سے کہیں زیادہ ہے۔ یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل و کرم ہی ہے کہ آج خود ہمیں اس کے مشاہدہ کا موقع ملا ہے۔ اور ایک نظارہ تو میں کبھی بھی نہیں بھول سکتا کہ جب اسٹیج سے اعلان کیا گیا کہ اب چندہ دینے کا وقت ختم ہو گیا ہے تو ایک صاحب پیچھے سے اُٹھ کر چندہ دینے کے لئے آئے۔ جب انہیں کہا گیا کہ اب وقت ختم ہو گیا ہے تو انہوں نے بڑے اطمینان سے ۵۰۰ روپے کے قریب رقم میز پر رکھتے ہوئے کہا کہ اب میں ہاتھ جیب سے نکال چکا ہوں اور اب یہ رقم دوبارہ اس جیب میں داخل نہیں ہو سکتی۔ (آگے صفحہ پر)

جلسہ سالانہ قادیان

مورخہ ۱۹-۲۰-۲۱ر دسمبر ۱۹۷۵ء بروز جمعہ۔ ہفتہ۔ اتوار منعقد ہوگا

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے اعلان کیا جاتا ہے کہ امسال جلسہ سالانہ قادیان انشاء اللہ ۱۹-۲۰-۲۱ر فتح ۱۳۵۴ ہش مطابق ۱۹-۲۰-۲۱ر دسمبر ۱۹۷۵ء کو منعقد ہوگا۔

جملہ جماعت ہائے احمدیہ اور مبلغین کرام سے درخواست ہے کہ احباب جماعت کو جلسہ سالانہ کی مذکورہ تاریخوں سے مطلع کیا جائے تا احباب زیادہ سے زیادہ تعداد میں شمولیت کر کے اس عظیم الشان روحانی اجتماع کی برکات سے مستفید ہو سکیں۔

اَلْمُعْلِن: ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

مالک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے جے ہند پرنٹنگ پریس نہرو گارڈن روڈ جالندھر شہر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان۔

ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۲۶ ر احسان ۱۳۵۴ ہش

مَشوَرَہ

(۳)

ہم نے بصد احترام علماء سے یہ گزارش کی تھی کہ بجائے اس کے کہ آپ اپنی توتوں اور صلاحیتوں کو جارحانہ طور پر ہمارے خلاف صرف کریں اور ہم اپنی طاقتوں کو آپ کی جارحیت کے دفاع کے لئے خرچ کریں، بہتر ہوگا کہ ہم اُنہیں کسی بامقصد اور اسلام کے مفید کام پر لگائیں۔ مثال کے طور پر اس وقت جماعتِ احمدیہ نے سوائے بعض کمیونسٹ ممالک کے ساری دُنیا میں اسلامی تبلیغی مشن کھولے ہوئے ہیں۔ اور خدا کے فضل سے ہر جگہ یہ مشن کامیابی کے ساتھ چل رہے ہیں۔ آپ بھی قرآنِ پاک کے ارشاد وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ پر عمل کرتے ہوئے ملک کے اندر اور ملک کے باہر بھی دوسرے ممالک میں اسلام کی تبلیغ کا کام وسیع پیمانہ پر شروع کریں۔ مثلاً یہاں ہمارے ملک بھارت میں اس وقت قریباً سات کروڑ مسلمان ہیں اُنہیں یہ تحریک کی جاسکتی ہے کہ اسلام کی اشاعت کے لئے باقاعدگی کے ساتھ چندہ جمع کریں۔ اس طرح بڑی ہی آسانی کے ساتھ کم از کم سات کروڑ روپیہ سالانہ جمع ہوسکتا ہے۔ جس کے ذریعہ سے قرآن کریم کی وسیع پیمانہ پر اشاعت بھی ہوسکتی ہے اور بیرونی ملکوں میں تبلیغی مشن بھی کھولے جاسکتے ہیں۔ اور مفلوک الحالی مسلمانوں کی معاشی پسماندگی کو بھی دُور کیا جاسکتا ہے۔

لیکن جیسا کہ ہمارا تجربہ ہے یہ کام ایک مضبوط مرکز کا متقاضی ہے۔ ایک ایسے مرکز کا جو مسلمانوں میں اتحاد اور نظم و ضبط قائم کرنے کی پوری پوری صلاحیت اور قوت رکھتا ہو۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ ایک ایسے امام کا متقاضی ہے جس کے ایک اشارے سے ساری دُنیا کے مسلمان اُٹھ کھڑے ہوں اور ایک اشارے پر بیٹھ جائیں اور ایک اشارے پر اپنے اموال کو دین کے لئے قربان کرنے پر تیار ہو جائیں۔ دنیا میں آج تک کسی بھی جماعت نے بغیر ایک واجب الاطاعت امام کے ترقی نہیں کی۔ اور نہ کوئی قابلِ ذکر کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نصوصِ صریحہ کے ذریعہ سے بھی اور لطیف کنایاتی پیرایہ میں جابجا ایک جماعت اور ایک امام کی اہمیت اہلِ اسلام پر پوری طرح واضح فرمائی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ آپ یہ تعلیمات بُھلا کر متفرق ہوگئے اور تشتّت و انتراق کا شکار ہوگئے۔ آپ کو محلہ واری مساجد میں ایک امام کے پیچھے کھڑے ہو کر اس کی پُوری متابعت کرتے ہوئے پنجوقتہ نمازوں کا حکم دیا گیا۔ آپ کو ہفتہ واری شہر کی ایک جامع مسجد میں ایک امام کی اقتداء میں جمعہ پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ آپ کو عیدین کے موقع پر ایک مقام پر اکٹھے ہو کر نمازِ عید ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔ آپ کو سال میں ایک مرتبہ بیت اللہ شریف میں ایک امام کا خطبہ سُننے کا حکم دیا گیا۔ یہ سارے احکام اس لئے دیئے گئے تھے کہ آپ ایک امام کی قیادت میں جمع ہونا سیکھ لیں۔ اور اتحاد اور اجتماعیت کا سبق پُوری طرح یاد کریں۔ لیکن آپ نے ان احکام کی حکمتوں کو نظر انداز کر دیا۔ اور جب ایک امام کی ضرورت ہی نظر انداز ہوگئی جو آپ کی اجتماعیت کی ضامن تھی تو آپ کا حشر وہی ہوا جو احکامِ خداوندی سے سرتابی کا باعث ہونا چاہیئے تھا۔ خدا تعالیٰ نے آسمان سے ایک رسّی لٹکائی اور فرمایا کہ اسے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو۔ اور اس کمندِ آسمانی کو اپنی گردنوں میں ڈال لو۔ اس طرح کہ تمہاری کروڑوں گردنیں اسی ایک کمند کے حلقے میں آجائیں۔ یعنی خلافت کا بابرکت نظام آپ کو دیا گیا۔ جسے ڈھال بنا کر آپ ہر قسم کے آلام و مصائب اور اغیار کے حملوں سے محفوظ رہ سکتے تھے۔ لیکن آپ کی گردنوں نے کبر کی وجہ سے اس کمندِ آسمانی سے اپنے آپ کو دُور رکھا۔ اور اس کے مقابلہ میں اپنی پیری مُریدی، مشیخت اور سجادہ نشینی کے خودغرضانہ شوق و انہماک کو اس نظامِ آسمانی پر ترجیح دی۔ اب سوال یہ ہے کہ جب آپ کوئی امام نہیں رکھتے۔ کوئی مرکز آپ کا نہیں ہے۔ جس پر عالمِ اسلام کی توجہ مرکوز ہوسکے۔ تو آپ خدمتِ اسلام کا بیڑا کس طرح اُٹھا سکتے ہیں؟ ہم اِن کالموں میں بارہا آپ کی خدمت میں بصد عجز و منت یہ عرض کر چکے ہیں کہ خدا کے لئے ایک مرکز اور ایک امام کو تلاش کیجئے۔ اور ایک ہاتھ پر جمع ہو کر دیکھئے کہ نصرتِ خداوندی آپ کو دیہہ بدیہہ، قریہ بہ قریہ تلاش کرتی پھر رہی ہوگی ——!

آپ نے اپنی شومیٔ قسمت سے اُمّتِ مرحومہ کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے جو افسوسناک حربِ عقائد شروع کر رکھی ہے اُس نے اغیار کی نظروں میں آپ کو اضحوکہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ آپ ذرا ذرا سے اختلاف پر وسعتِ قلبی کو بالائے طاق رکھ کر ہر دوسرے مکتبِ فکر کے خلاف کُفر کے فتوے عائد کر کے یہ باور کر لیتے ہیں کہ آپ نے خدا و رسول ؐ کی خوشنودی حاصل کر لی۔ اور نتائج و اثرات سے بے پرواہ ہو کر وحدتِ اسلامی پر تبر چلاتے چلے جاتے ہیں۔ بدر کے اِسی شمارے میں ہم "منقولات" کے عنوان سے جو مضامین آپ ہی کے اخباروں سے نقل کر رہے ہیں، خدا کے لئے اُنہیں غور سے پڑھئے۔ اور پھر اپنے مکان کے دروازے بند کر کے اندر بیٹھے اور دِلوں اور ذہنوں اور عقلوں کی کھڑکیوں کو کھول کر سوچئے کہ آپ کیا کر رہے ہیں! اِن ایّام میں دیوبندیوں اور بریلویوں کے درمیان جو عقائد کی جنگ جاری ہے اس کے نتیجہ کے بارہ میں ہم ابھی سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ سوائے اسلامی صفوں میں انتشار کے کچھ نہ ہوگا۔ لیکن آپ ہیں کہ صرف اس بات پر کُشت و خُون کو جائز قرار دے رہے ہیں کہ آیا آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم بشر رسُول تھے یا فوق البشر تھے۔ حالانکہ یہ مسئلہ قرآنِ پاک کی نصِ صریح کے ذریعہ طے شدہ ہے، جہاں اللہ تعالیٰ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہ کہلوایا ہے کہ "قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ" کہ مَیں اپنی جسمانی ساخت اور لوازماتِ بشری کے لحاظ سے ویسا ہی ایک بشر ہوں جیسے کہ آپ ہیں۔ لیکن چونکہ اس کے ساتھ ہی خدا تعالیٰ میرے ذریعہ سے دُنیا میں توحیدِ حقیقی کے قیام کا عظیم الشان کارنامہ انجام دینا چاہتا ہے اس لئے مجھے ساری دُنیا پر ایک فضیلت اور فوقیت حاصل ہے۔

بہرحال آپ اپنی وسعتِ نگاہ اور آفاقیت کے ذریعہ سے جو بلند مقام حاصل کر سکتے تھے اُسے آپ نے اپنی کوتاہیٔ فکر و نگاہ کے باعث کھو دیا۔ اور اپنے آپ کو ایک انڈے سے بھی کمتر خول میں بند کر کے اپنی جنسِ گراں مایہ کی قیمت کم کر دی۔ اور اس قسم کے فروعی مسائل میں اُلجھ کر رہ گئے کہ نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنے چاہئیں یا اُوپر، اور تشہّد میں سبّابہ کا اشارہ جائز ہے یا ناجائز۔ آمین بالجہر ہو یا زیرِ لب! اور جب آفاقیت کو ترک کر کے آپ نے محدودیت کو اپنے اُوپر مُسلّط کر لیا تو گروہی تشتّت و افتراق آپ کی قسمت بن گیا۔ اقبالؔ نے اِسی لئے کہا ہوگا کہ ؎

کافر کی یہ پہچان کہ وہ آفاق میں گُم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گُم اس میں ہیں آفاق

پھر ہم آپ سے بڑی محبت اور عجز کے ساتھ یہ دریافت کرتے ہیں کہ آپ کی نظروں میں ہم تو اِس لئے کافر ٹھہرے کہ ہم خاتم النّبیّین کا جو مفہوم بیان کرتے ہیں وہ آپ کو تسلیم نہیں ہے۔ اور آپ نے متفقہ طور پر یہ قرار دے دیا کہ چونکہ احمدی رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو آخری نبی تسلیم نہیں کرتے (حالانکہ ایسا نہیں ہے) اِس لئے چاہے احمدی باقی تمام عقائد مسلمانوں جیسے رکھتے ہوں، وہ کافر ہیں۔ لیکن دیوبندیوں اور بریلویوں کا عقیدہ تو ختمِ نبوّت کے متعلق ایک سا ہے، وہ اِس وقت ہندوستان بھر میں کیوں آپس میں گتھم گتھا ہیں؟ اور بعض فروعی مسائل کو لے کر آپس میں کیوں سر پھٹول کر رہے ہیں؟ اس سے معلوم ہُوا کہ علماءِ اسلام کو اپنے حربۂ تکفیر کو استعمال کرنے کے لئے کوئی سا بہانہ چاہیئے۔ اُنہیں نہ ختمِ نبوّت سے کوئی سروکار ہے اور نہ مِلّت کی اجتماعیت سے ——!!

چونکہ ہمارے دِل میں یہ جذبہ موجزن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے لائے ہوئے دین کو دُنیا کی تمام اقوام کے سامنے ایک سلیقہ اور اپنے عملی نیک نمونہ کے ساتھ پیش کیا جائے۔ اِس لئے ہم علمائے اسلام کہلانے والوں سے بصد عجز یہ درخواست کرتے ہیں کہ خدا کے لئے اِن گروہی اور طبقاتی مناقشات کو ختم کر کے اسلام کی کوئی عملی خدمت کر کے دِکھایئے! دُنیا کی قریباً تین ارب آبادی آپ کی دعوت کی منتظر ہے۔ اپنی درسگاہوں کے نوجوان علماء کو غیر ملکی زبانیں سِکھا کر اُنہیں اپنی زندگیاں تبلیغِ اسلام کی خاطر وقف کرنے پر آمادہ کیجئے! اور اُنہیں ایشیا۔ افریقہ۔ یورپ۔ امریکہ وغیرہ کے ممالک میں بھجوایئے تاکہ دُنیا جلد از جلد اسلام کے نُور سے منوّر ہو جائے۔ اور ہر ملک و دیار کے لوگ مُحَمَّد عربی صلی اللہ علیہ وسلّم پر درود و سلام بھیجتے ہوئے اسلام کی امن بخش گود میں پناہ لیں۔

ہم آخر پر پھر علماء کی خدمت میں مشورۃً یہ عرض کریں گے کہ جماعتِ احمدیہ جُنون اور عشق کے جذبات کے ساتھ ساری دُنیا میں اسلام کا پرچم بلند کرنے کا عزم لے کر اُٹھی ہے۔ اور تاریخ کا یہ فیصلہ ہے کہ عقل و خرد آج تک کبھی جُنون و عشق کو شکست دینے میں کامیاب نہیں ہوسکی۔ آپ نے کئی رنگوں میں ہماری مخالفت کر کے دیکھ لیا ہے۔ آپ نے ظلم و تشدّد اور غیر اسلامی طریق اختیار کر کے ہماری راہ میں روکیں پیدا کرنے کی کوششیں کر کے دیکھ لیا ہے۔ لیکن آپ کو اس میں کامیابی حاصل نہیں ہوسکی۔ اِس سے صاف ظاہر ہے کہ نصرتِ خداوندی ہماری پشتیبان ہے۔ آپ نے چند سال قبل بھی جماعتِ احمدیہ کی فعالیت کو برملا تسلیم کیا تھا۔ آج بھی اپنے دِلوں میں اعتراف کرتے ہیں۔ اور انشاء اللہ سو سال بعد بھی کریں گے۔ ملاحظہ فرمایئے ہماری جماعت کے ایک شدید مخالف مولانا عبدالرحیم صاحب اشرف نے لکھا تھا:-

(آگے دیکھئے صفحہ ۱۱ پر)

خُطبہ جُمعہ

اصل اور حقیقی ایمان وہی ہے جو ابتلاؤں میں سے گذرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے

ایسا ایمان حاصل کرنے کی کوشش کرو جس کے نتیجہ میں تمہیں ابدی زندگی حاصل ہو جائے

اپنی محدود زندگی کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے وسیع اور غیر محدود انعامات پر نظر رکھو

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمودہ ۲۴ مارچ سنہ ۱۹۲۲ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔
انسانی زندگی کا دور نہایت ہی محدود ہے۔ اور اتنا محدود ہے کہ کائنات زمانہ کی وسعت پر نظر ڈالتے ہوئے انسانی زندگی کو سمندر کے حباب کی طرح بھی قرار نہیں دے سکتے۔ ایک وسیع سمندر میں جو حباب پیدا ہوتا ہے اور سمندر کے ساتھ جو نسبت اس کی ہوتی ہے اتنی نسبت بھی انسانی زندگی کو کائنات کی وسعت کے ساتھ نہیں ہے۔ پھر ایسے محدود دور کے لئے جو انعامات اللہ تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں ان کو دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے۔ کہ کیسی رحیم و کریم وہ ذات ہے جس نے ہمیں پیدا کیا اور ہم پر انعامات کرتی ہے۔

زیادہ سے زیادہ سے

ہمارے زمانہ کی عمریں

جو دیکھی جاتی ہیں ان کے متعلق ہم کہتے ہیں پہلے زمانہ میں اس سے بڑی تھیں۔ یا چھوٹی تھیں۔ اور آئندہ بڑی ہوں گی یا چھوٹی یہ خدا تعالےٰ جانتا ہے۔ ہمارے زمانہ میں لوگوں کی عمریں پچاس ساٹھ ستر اور زیادہ سے زیادہ سو سوا سو سال ہوتی ہیں۔ لیکن اگر ڈیڑھ سو سال بھی عمر مان لی جائے جو شاذ و نادر ہی ہوتی ہے اور ایک صدی میں ایک یا دو انسان اس عمر کو پہنچتے ہیں تو بھی اس میں سے پچاس سال سونے میں گزر جاتے ہیں۔ پھر اگر اس میں سے نابالغی کا زمانہ نکال دو تو اور بھی کم رہ جاتی ہے۔ پھر کھانے پینے پیشاب پاخانہ کرنے میں جو وقت صرف ہوتا ہے وہ نکال دیا جائے تو اور کمی ہو جاتی ہے پھر انسان لغو باتوں میں جو وقت ضائع کرتے ہیں وہ نکال دیا جائے تو عمر اور بھی کم ہو جاتی ہے۔ اور اگر اوسط عمر ۶۰-۷۰ سال فرض کر لی جائے تب بھی اس عمر کے انسان کے کام کا زمانہ دس پندرہ سال سے زیادہ نہیں بنتا۔ یہ ایسا زمانہ ہے جس میں انسان کچھ کام کرتا ہے اس کام کے بدلے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے کیا انعام مقرر کیا گیا ہے۔ اس کو نہایت مختصر الفاظ میں قرآن کریم نے اس طرح بیان کیا ہے کہ

جنّت عدن

باغ ہوں گے جن کے رہنے والے بھی ہمیشہ رہیں گے اور باغ بھی ہمیشہ اور ان کے پھل بھی ہمیشہ رہیں گے۔ پھر فرمایا عطاءً غیر مجذوذ ایسا انعام ہوگا جو کبھی کاٹا نہیں جائے گا۔ کوئی وقت ایسا نہیں آئے گا جب یہ کہدیا جائے کہ اب انعام کافی مل گیا۔ بلکہ ہمیشہ ہمیش انعام ملتا رہے گا۔ گویا اس جہان میں انسان خدا کا ظل ہو جائے گا کیونکہ جس طرح اللہ تعالےٰ پر فنا نہیں اسی طرح ایک رنگ میں اس انسان پر بھی فنا نہیں ہوگی۔ گو اصلی ذات خدا تعالےٰ ہی کی ہے جسے بقا حاصل ہے۔ مگر انسان کو بھی ایک شکل بقا کی حاصل ہو جائے گی اور انسان خدا میں ہو کر رہے گا۔ مگر خیال تو کرو کہ ایسا انعام کس کام کے نتیجہ میں ملتا ہے۔ اسی کام کے نتیجہ میں جو دس پندرہ بیس سال کے قلیل عرصہ میں کیا جائے گا۔ پھر کیا یہ سارے سال خدا کے لئے خرچ کئے جاتے ہیں۔ شاذ و نادر ہی لوگوں کے سوا باقی سب لوگوں کے بہت سے اوقات لغو باتوں میں خرچ ہوتے ہیں۔ عبادتوں یا خدا کے دین کی خدمت کا وقت دو یا تین گھنٹے دن میں بنتا ہے۔ اس طرح کام کرنے کا جزء اور بھی قلیل رہ جاتا ہے اور جتنا عرصہ کام کرنا تھا وہ بھی سارے کا سارا انسان دین میں نہیں لگاتا۔ مگر دیکھو اس آٹھ دس سال کے کام کے بدلے میں ایسی

عظیم الشان برکات

حاصل ہوں گی کہ جن کا کبھی خاتمہ ہی نہ ہوگا حتیٰ کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ انسان کے وہم میں بھی اس جنّت کا نقشہ نہیں آسکتا زمانہ کی وسعت کے لحاظ سے تو اس کے متعلق یہ ہے کہ غیر محدود نہ کٹنے والا اور نہ ختم ہونے والا انعام ہے۔ اور انعام کی وسعت کے لحاظ سے یہ ہے کہ اس میں اتنی وسعت اور اتنی انواع ہیں کہ انسان کو ان کا پتہ ہی نہیں لگ سکتا کیونکہ انسان کی نظر دنیا کی نعمتوں تک ہی پہنچتی ہے اور دُنیا کی نعمتوں کو جنّت کی نعمتوں سے کچھ نسبت نہیں۔

اتنے بڑے اور ایسے عظیم الشان انعام اتنے قلیل زمانہ کی خدمات کے بدلے ملتے ہیں۔ ذرا غور تو کرو کیا قربانی ہے جو ان انعامات کے لئے انسان کرتا ہے دُنیا کے کاموں پر ہی نظر کرو۔ ایک انسان پندرہ سولہ سال پڑھتا ہے۔ دن رات محنت کرتا ہے۔ اور اتنے سال کی محنت کے بعد اس کی عمر پچیس تیس سال تک پہنچ جاتی ہے۔ اس کی ساری عمر اگر ساٹھ سال قرار دی جائے تو گویا وہ تیس سال کی عمر میں فائدہ اٹھانے کے لئے پچیس تیس سال محنت کرتا ہے اور پھر اتنا عرصہ پڑھنے کے بعد بھی مال و دولت خود بخود اس کے گھر میں نہیں آجائے گا اور وہ محنت جو اس نے پڑھنے میں کی وہ کافی نہ ہوگی بلکہ پھر بھی اُسے محنت کرنی پڑے گی۔ بس ایک انسان اپنی عمر کے پندرہ سولہ سال آئندہ عمر کے تیس چالیس سال کے لئے خرچ کرتا ہے۔ پھر وہ انعام جس کی وسعت کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا اور جس کے زمانہ کی کوئی حد بندی نہیں کر سکتا اس کے لئے جس قدر بھی قربانی کی جائے کم ہے۔ لیکن چونکہ عام طور پر چونکہ لوگوں کو اس انعام پر یقین نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کے واسطے وقت صرف نہیں کرتے اور اگر کرتے بھی ہیں تو اس شوق سے نہیں جس شوق سے دنیاوی امور کے لئے عمر ضائع کرتے ہیں ضائع میں اس لئے کہتا ہوں کہ عمر ختم ہو جانیوالی چیز ہے اور جن دنیاوی باتوں کے لئے عمر خرچ کی جاتی ہے وہ بھی عارضی اور چند روزہ ہیں۔ تو جس انعام کے لئے

بہترین حصہ عمر

خرچ کرتے ہیں وہ چونکہ نظر آتا ہے اس لئے اس میں تو بڑے شوق سے لگے رہتے ہیں لیکن دوسرے جہان میں ملنے والا انعام نہ انہیں نظر آتا ہے اور نہ اس پر انہیں یقین ہوتا ہے اس لئے اس کے لئے کچھ نہیں کرتے۔ کسی طالب علم کو اگر یہ کہا جائے کہ دیکھو تمہاری پچاس سال کی عمر ہوگی۔ اس میں سے کچھ تمہارے بچپن کا زمانہ گزر گیا اور پندرہ سولہ سال تک تم پڑھتے رہو گے اس طرح تم پچیس تیس سال عمر تک تم پڑھائی میں مشغول رہو گے۔ اس کے بعد کہیں جاکر فائدہ اُٹھاؤ گے۔ اس لئے بہتر ہے کہ پڑھنا چھوڑ دو تو وہ کبھی یہ مشورہ قبول نہیں کرے گا۔ اور یہ کہنے والے کو نادان سمجھے گا۔ لیکن تعجب آتا ہے کہ اس انعام کے لئے جس کا کبھی خاتمہ نہیں اور جس کی وسعت کا اندازہ نہیں۔ اس کے لئے لوگ تیاری نہیں کرتے۔ یہ جتنی خرابی پیدا ہوتی ہے۔

عدم یقین

کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ انسان حقیقی طور پر سمجھتا ہی نہیں کہ مرنے کے بعد بھی وہ اُٹھایا جائے گا اور جو لوگ یہ مانتے ہیں وہ بھی رسمی عقیدہ کے طور پر مانتے ہیں یقینی طور پر نہیں مانتے۔ اور یقین اور عقیدہ میں بڑا فرق ہے۔ عقیدہ کے متعلق تو عام طور پر یہ ہوتا ہے۔ اس کے متعلق غور کرنا

بھی ناجائز سمجھتے ہیں۔ ورنہ جب لوگ معمولی معمولی باتوں کے لئے قربانی کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں تو کیوں خدا تعالےٰ کے لئے قربانی کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ دنیوی باتوں کا انہیں حقیقی یقین ہوتا ہے مگر خدا تعالیٰ کی باتوں کو صرف عقیدۃً مانتے ہیں۔ ان پر یقین نہیں رکھتے۔ ماں باپ سے انہوں نے سنا ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہے اس لئے وہ بھی کہتے ہیں کہ خدا ہے۔ ماں باپ سے سنا ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد اٹھنا ہے اس لئے وہ بھی کہتے ہیں اٹھنا ہے۔ ماں باپ سے سنا ہوتا ہے کہ

بدیوں کے نتیجہ میں سزا

ملے گی۔ اس لئے وہ بھی مانتے ہیں۔ اور گو زبان سے ان باتوں کا اقرار کرتے ہیں مگر ان کی عقل اندر سے انکار کر رہی ہوتی ہے۔ اور چونکہ عقیدہ کے طور پر مانتے ہیں اس لئے عقیدت کی وجہ سے غور نہیں کرتے اور ڈرتے ہیں کہ اگر غور کیا تو ممکن ہے غلط نکل آئے۔ ایسا

کچا اور بودا عقیدہ

ان کا ہوتا ہے۔ چنانچہ ہمارے آدمی جب کئی لوگوں کے پاس جاتے اور انہیں سمجھانے لگتے ہیں۔ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تمہاری باتیں سننا نہیں چاہتے تاکہ ہمارا ایمان خراب نہ ہو جائے حالانکہ اگر ان میں فی الواقع ایمان ہوتا تو اس کے خراب ہونے کے کیا معنے۔ کبھی ایمان بھی خراب ہوا کرتا ہے۔ بات اصل میں یہ ہے کہ وہ جن باتوں کو مانتے ہیں صرف زبان سے مانتے ہیں۔ ان کے دلائل ان کے پاس نہیں ہوتے۔ اور انہیں ڈر ہوتا ہے کہ اگر ان کے خلاف دلائل سنے تو یہ چھوٹنی پڑیں گی۔ اس لئے وہ سنتے ہی نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ سننے سے ہمارا ایمان خراب ہو جاتا ہے۔ حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب کسی میں ایمان پیدا ہو جائے۔ تو

ایمان کی ادنیٰ بشاشت

یہ ہے کہ وہ آگ میں پڑنا تو پسند کرے گا لیکن ایمان نہیں چھوڑے گا۔ یہ ادنیٰ درجہ ہے ایمان کا۔ ان لوگوں میں ایمان ہی کہاں ہوتا ہے جو کہتے ہیں ایمان خراب ہو جاتا ہے۔ وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ میں کسی کی بات اس لئے نہیں سنتا کہ میرا ایمان خراب ہو جاتا ہے وہ گویا خود اقرار کرتا ہے کہ اس میں ایمان نہیں ہے۔ ماں باپ سے سُن سُنا کر اور ساتھیوں کے میل ملاپ کی وجہ سے جو کچھ مانتا ہے مانتا ہے۔ ورنہ اُسے یقین حاصل نہیں ہوتا۔ عام طور پر لوگوں کا یہی حال ہے کہ سنی سنائی باتوں کو مانتے ہیں اسی لئے ان کے لئے قربانی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے اردو میں مثل ہے سو گز واروں ایک گز نہ پھاڑوں۔ یہی مثال ان کی ہوتی ہے منہ سے جتنا چاہو ان سے اقرار کرا لو۔ وہ کہنے کو تو کہہ دیں گے کہ

ہم خدا اور رسولؐ اور اسلام

پر قربان ہونے کو تیار ہیں۔ مگر جب وقت آئے گا تو قربان ہونا تو الگ رہا۔ معمولی سی قربانی کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہوں گے۔ یہ اس بات کی علامت ہوتی ہے۔ کہ ان میں ایمان نہیں ہوتا۔ کیونکہ ایمان کی علامت تو یہ ہے کہ خواہ کس قدر مشکلات میں انسان کو ڈال دیا جائے۔ وہ پرواہ نہیں کرتا اور جب تک مشکلات کی بھٹی میں نہ ڈالا جائے۔ اس وقت تک ایمان کا پتہ نہیں لگتا۔ اسی لئے ہمیشہ نبیوں کے ماننے والوں کو ابتلاء آتے رہتے ہیں۔ یہ

دو قسم کے ابتلاء

ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو بندہ خود اپنے اوپر اپنی مرضی سے نازل کرتا ہے۔ بندہ کی اپنی مرضی پر جو ابتلاء چھوڑے جاتے ہیں وہ مثلاً نماز روزہ ہیں ان میں سہولت کے سامان انسان کر سکتا ہے۔ مگر ایک وہ ابتلاء ہوتے ہیں۔ بندہ اگر چاہے کہ ان میں سہولت کرے تو نہیں کر سکتا۔ یہ اس لئے آتے ہیں کہ خدا بندہ پر اس کے ایمان کی حالت ظاہر کر دے یہ اس لئے نہیں آتے کہ خدا کو انسان کی حالت کا پتہ نہیں ہوتا۔ اور یہ مت خیال کرو کہ کیا بندہ اپنا حال بھی نہیں جانتا۔

سب سے بڑی مصیبت

یہی ہے کہ لوگ اپنے دل کا حال نہیں جانتے۔ اگر یہ بات نہ رہے تو ساری خرابی دُور ہو جائے۔ اپنے دلوں کے متعلق لوگوں کے غلط خیال ہوتے ہیں۔ اس کی موٹی مثال یہ ہے کہ عام طور پر بہادر اور دلیر انسان بہت کم ہوتے ہیں۔ اور زیادہ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جو خطرات سے ڈر جاتے ہیں لیکن اگر سو آدمی کو بٹھا کر لڑائی کی خبریں سناؤ۔ تو ان میں سے ہر ایک یہی کہے گا کہ اگر اس موقعہ پر ہم ہوتے تو یوں کرتے لڑنے والوں نے یہ کمزوری دکھائی اور یہ بزدلی کی۔ اور یونہی نہیں کہتے بلکہ یقین رکھتے ہیں کہ اگر ہم ہوتے تو اس طرح کرتے یہ جھوٹ نہیں بول رہے ہوتے۔ مگر جب موقعہ پر لا کر کھڑا کر دیا جائے تب انہیں پتہ لگتا ہے کہ ان کی حقیقت کیا ہے۔ کسی طرح انسان کو

ہزاروں چیزوں سے محبت ہوتی ہے

اور ہزاروں سے نفرت۔ مگر درحقیقت اسے نہ ان سے محبت ہوتی ہے جن سے وہ محبت سمجھتا ہے اور نہ ان سے نفرت ہوتی ہے جن سے وہ نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ ایک وقت جس چیز سے اسے محبت ہوتی ہے۔ دوسرے وقت اسی سے نفرت کرتا ہے۔ اور جس سے نفرت ہوتی ہے اسی سے محبت جتانے لگتا ہے۔ آج ایک شخص سے اس کی صلح ہوتی ہے اور اسے اپنا دوست سمجھتا اور خیال کرتا ہے کہ میں کبھی اسے چھوڑ نہیں سکتا۔ لیکن شام کو اسے چھوڑ دیتا ہے۔ اور اس سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔ اسی طرح صبح کو ایک شخص سے اس کی دشمنی ہوتی ہے اور اس کی شکل سے بیزار ہوتا ہے۔ لیکن شام کو اس کا ایسا دوست بھی بن جاتا ہے کہ کہتا ہے کہ اگر کوئی اسے ٹیڑھی نظر سے بھی دیکھے گا۔ تو میں اسے جان سے مار دوں گا۔ ایسے تغیرات ہوتے رہتے ہیں۔ جن سے ظاہر ہے کہ عام طور پر انسان اپنے دل کی حالت نہیں جانتا۔ اللہ تعالےٰ نے انسان کو اس کے قلب کی حالت کے لئے یہ کیا ہے۔ کہ اسے ابتلاؤں میں ڈالتا ہے تاکہ خطرناک حالتوں سے گزر کر اُسے اپنی حقیقت کا علم ہو جائے۔

ہمارے زمانہ میں

اس لئے کہ ہماری حالتیں بوجہ مدتوں مغلوب رہنے کے اچھی طرح مضبوط نہیں۔ اور ہم میں وہ دلیری اور جرأت نہیں جس کی ضرورت بڑے بڑے ابتلاؤں کو برداشت کرنے کے لئے ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے ہم پر رحم کر کے ہمیں ایسے ابتلاؤں میں نہیں ڈالا ہے۔ جیسے پہلے انبیاء کی جماعتوں کے لئے آتے رہے ہیں۔ خدا تعالےٰ برداشت کر لینے کی ہمت دیکھ کر ابتلاء ڈالتا ہے یہ نہیں کہ جو ابتلاء برداشت کرنے کی طاقت نہ ہو وہ ڈال دے۔ ہاں انسان ایسے ابتلاؤں میں ضرور ڈالا جاتا ہے جن کے متعلق وہ خیال کرتا ہے۔ اور اس طرح خدا پر الزام لگایا جاتا ہے کہ اللہ نے اس پر ظلم کیا ہے کہ جس بوجھ کے اٹھانے کی اس میں طاقت نہ تھی اسے اس پر ڈال دیا حالانکہ

خدا تعالیٰ کی طرف سے

کبھی ایسا نہیں ہوتا۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے لا یکلف اللّٰہ نفسًا الّا وسعھا خدا کسی پر ایسا بوجھ نہیں ڈالتا جس کے اٹھانے کی اسے طاقت نہ ہو۔ بوجھ وہی ڈالا جاتا ہے جس کے اٹھانے کی طاقت ہوتی ہے۔ مگر اس وقت تک جب تک کہ اس قوم کو تباہ کرنے کا منشاء نہیں ہوتا جو ابتلاء کسی جماعت کی ترقی کے لئے آتے ہیں وہ طاقتِ برداشت سے باہر نہیں ہوتے۔ ہاں جو ہلاکت کے لئے ہوتے ہیں وہ ضرور باہر ہوتے ہیں۔ پس

مومن کے ابتلاء

طاقت سے باہر نہیں ہوتے۔ ہاں وہ خیال کر لیتا ہے کہ باہر ہیں۔ مگر یہ اس کی غلطی ہوتی ہے۔ جب مومن ایک ابتلاء کو برداشت کر لیتا ہے تو اسے پتہ لگ جاتا ہے کہ اس کا ایمان کتنا مضبوط ہے۔ پھر اور رنگ میں اس پر ابتلاء آتا ہے یا اسی رنگ میں آتا ہے بہرحال وہ .... اس کو برداشت کر لیتا ہے۔ اور اس کے دل میں کسی قسم کا شکوہ شکایت پیدا ہونے کی بجائے شکر و امتنان پیدا ہوتا ہے کہ خدا نے اپنے فضل سے مجھے اتنی طاقت دی کہ میں نے اسے برداشت کر لیا۔ اس کا ایمان اور پختہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس سے بھی بڑا ابتلاء برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ جیسے جوں جوں انسان کو دلیری ہوتی جاتی ہے آگے بڑھتا جاتا ہے اسی طرح اس کی حالت ہوتی ہے۔ وہ جوں جوں دلیر ہوتا جاتا ہے آگے بڑھتا جاتا ہے۔ اس طرح ایک تو اسے اپنے ایمان کی پختگی کا پتہ لگتا جاتا ہے دوسرے آگے بڑھنے کا موقعہ ملتا ہے اور وہ ترقی کرتا جاتا ہے تو

ابتلاء کے دو فائدے

ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ انسان کو اپنی حالت کا پتہ لگتا ہے کہ خدا کی راہ میں کس قدر تکلیف اٹھا سکتا ہے۔ اور تکلیف کے وقت کس قدر مضبوط رہ سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ آگے قدم بڑھانے کی جرأت پیدا ہوتی ہے۔

ابتلاؤں کا آنا

ایسی ضروری بات ہے کہ نبیوں کی کوئی جماعت ایسی نہیں ہوتی کہ جس پر ابتلاء نہ آئے ہوں چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:-

أم حسبتم ان تدخلوا الجنة
ولما یاتکم مثل الذین خلوا
من قبلھم۔

کیا یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ نعمت اور وہ انعام جس کی وسعت کا اندازہ نہیں لگا سکتے انہیں یونہی مل جائے گا۔ اور انہیں

وہ حالت نہ گزرے گی جو پہلوں پر گزرتی رہی۔ وہ حالت ضرور گزرے گی۔ اس لئے یہ مت خیال کرو کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے جب تک ان حالتوں میں سے نہ گزرو گے جن میں سے پہلے گزرے۔ انہیں کیا ہوا تھا اور ان کی حالت کیسی ہوئی۔ ان کی حالت ایسی ہوئی کہ مستھم البأساء و الضراء و زلزلوا حتیٰ یقول الرسول والذین امنوا معہ متیٰ نصر اللہ۔ ان کو بڑی بڑی تکالیف پہنچیں جسمانی بھی اور مالی بھی۔ انہیں اپنی جائیدادیں چھوڑنی پڑیں .... قتل وہ ہوئے۔ غرض کہ کئی کئی رنگ میں ہلائے گئے جس طرح جب زلزلہ آتا ہے تو عمارت کبھی دائیں گرنے لگتی ہے کبھی بائیں۔ اسی طرح دیکھنے والے ان کے متعلق کہتے تھے کہ یہ اب گرے۔ حتیٰ کہ ان کی تکالیف بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچ گئیں کہ دشمن نے خیال کیا کہ اب یہ گر ہی گئے اس وقت اللہ کے رسول اور مومنوں نے دُعا کرنی شروع کی کہ متیٰ نصر اللہ۔ اے خدا ابتلاء اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ ہم آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ مدد آجائے

متیٰ نصر اللہ

کے لفظی معنی یہی ہیں کہ کب مدد آئے گی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کو خدا کی مدد کے متعلق شک پیدا ہو گیا تھا کہ شاید آئے یا نہ آئے۔ اس لئے انہوں نے کہا کب مدد آئے گی۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ سوال التجا کا رنگ بھی رکھتا ہے۔ انسان کسی سے پوچھتا ہے کہ یہ بات آپ کب کریں گے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ نہیں کریں گے بلکہ یہ کہ کر دیں۔ اسی طرح مجسٹریٹ سے پوچھا جاتا ہے کہ میری باری کب آئے گی۔ اس کے معنی یہ نہیں ہوتے کہ کبھی نہیں آئے گی۔ بلکہ یہ کہ آجائے۔ تو متیٰ نصر اللہ انہوں نے دُعائیں کرنی شروع کر دیں کہ الٰہی ابتلاء بڑھ گئے ہیں اب مدد آجائے۔ اس کے جواب میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے الا ان نصر اللہ قریب خدا کی مدد قریب ہی ہوتی ہے۔ اور

ہر ابتلاء کے ساتھ مدد

آتی ہے۔ جب ابتلاء تمہاری ترقیات کے لئے آئیں تو تمہیں تباہ ہونے کا ڈر نہیں ہونا چاہئے اگر تمہارے نفسوں میں خرابی ہے اور جانتے ہو کہ خدا تمہیں ہلاک کرنا چاہتا ہے تو مدد نہیں آئے گی۔ لیکن اگر تمہارے نفسوں میں خرابی نہیں۔ تمہارا ایمان مضبوط ہے۔ تم تقویٰ کی راہ پر قدم مار رہے ہو۔ وساوس پر تمہیں قابو حاصل ہے۔ تو ابتلاء تمہارے لئے خوف و خطرہ کا باعث نہیں ہو سکتے۔ مومن کو کبھی ڈر نہیں ہوتا۔ اس پر جب ابتلاء آتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس ابتلاء کے ساتھ ہی خدا کی مدد بھی آرہی ہے۔

مثنوی رومی والے

نے اسی مضمون کو اس طرح بیان کیا ہے ؎

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است
زیر آں گنج کرم بنہادہ است

پس ہر ابتلاء جو آتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ خزانہ انعامات کا مخفی ہوتا ہے۔ اس لئے اصل خطرہ کی بات ابتلاء نہیں ہوتا کیونکہ ابتلاء کے تو یہ معنے ہوتے ہیں کہ اور ترقی خدا دے گا۔ ڈر اور خوف کی بات اپنے نفس کی حالت ہوتی ہے۔ اس کو ٹٹولنا اور دیکھنا چاہیئے کہ آیا اس میں تو کوئی ایسی بات پیدا نہیں ہو گئی۔ جو تباہی کا باعث بن جائے۔ اگر اس میں وساوس پیدا نہیں ہوئے۔ اگر ایمان مضبوط ہے اور دل شکر اور امتنان کے جذبات سے پُر ہے تو خوش ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ایسی حالت میں ابتلاء ڈر کا باعث نہیں بلکہ خوشخبری ہے لیکن اگر ابتلاء آنے پر وساوس پیدا ہو جاتے ہیں ایمان میں کمزوری معلوم ہوتی ہے تو سمجھ لو کہ یہ ابتلاء تمہاری ترقی کا باعث نہیں بلکہ ہلاکت کا باعث ہوگا۔

پس ابتلاء کے وقت ابتلاء کی طرف نہیں دیکھنا چاہیئے بلکہ اپنے نفس کو دیکھنا چاہیئے۔ اگر تمہارا نفس مطمئن ہے۔ اگر اس میں کوئی نقص اور کمزوری نہیں پیدا ہوئی تو خوش ہو کہ تمہاری ترقی کا وقت آگیا۔ اور تمہارا قدم آگے بڑھنے لگا لیکن اگر تمہارے نفس میں خرابی ہے۔ ایمان میں کمزوری ہے اور دل میں وساوس ہیں تو سمجھ لو کہ تباہی آگئی ہے

ہماری جماعت کے لئے ابتلاء

آنے ضروری ہیں اور آئے ہیں لیکن پہلی جماعتوں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ صحابہ کرام کو ایک دم کس قدر ابتلاء آئے۔ ان کا عشر عشیر بھی نہیں۔ صحابہؓ پر ایک دم سب ابتلاء آئے۔ مگر ہمارے لئے ایسا نہیں ہوا بلکہ سہار سہار کر ہم پر آرہے ہیں۔ ایک ابتلاء کے برداشت کرنے کی جب طاقت پیدا ہو جاتی ہے تب دوسرا آتا ہے۔ ہمارے ابتلاؤں کی مثال ایسی ہی ہے جیسے نماز اور روزہ کے ابتلاء ہیں کہ اگر سردی ہو تو گرم پانی کر لیا جائے۔ اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے میں تکلیف ہے تو بیٹھ کر پڑھ لی جائے۔ اگر روزہ نہیں رکھا جاتا تو دوسرے وقت میں رکھ لیا جائے مگر صحابہؓ کے ابتلاء کی مثال یہ نہ تھی بلکہ یہ تھی کہ جیسے یکدم مکان اوپر آ گرے یا جیسے سارا سال محنت کرنے کے بعد جب کھیتی تیار ہو تو آگ لگ جائے۔

ہماری جماعت پر جو ابتلاء آرہے ہیں اگر پہلوں کے ابتلاؤں کو دیکھا جائے تو اوّل تو میں اپنے لئے انہیں ابتلاء کہنا ہی جائز نہیں سمجھتا کیونکہ پہلوں کے مقابلہ میں انہیں ابتلاء کہتے ہوئے شرم آتی ہے مگر پھر بھی یہ

ترقی کا زینہ

ہیں۔ اگر ہماری جماعت کے لوگ ان کو برداشت کریں گے تو ترقی کے اعلیٰ زینہ اور ایمان کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ جائیں گے۔ اور اصل اور حقیقی ایمان وہی ہوتا ہے جو ابتلاؤں میں سے گزرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ پس تم اپنے ایمانوں پر غور کرو۔ جس قسم کے تمہارے ایمان ہیں کیا ان کے بدلے میں تم پچاس سال کی زندگی بھی پانے کے مستحق ہو اگر نہیں تو پھر ابدی زندگی کس طرح پا سکو گے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ تم پر ابتلاء آئیں۔ اور تمہارا ایمان پختہ ہو کیونکہ اسی کے بعد ابدی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ ہم پر

اپنا فضل

کرے اور محض اپنے کرم سے اپنا قرب عطا کرے اور ہمیں ایسا ایمان نصیب کرے جس کے بعد ابدی زندگی حاصل ہو۔

دُعائے مغفرت

خاکسار کی والدہ صاحبہ محترمہ بدر النساء بیگم اہلیہ مکرم عبد الغفور صاحب فاروقی مرحوم آف جے پور سٹیٹ، مورخہ ۲۵/۲۶ر مارچ ۱۹۷۵ء کی درمیانی رات بعد آپریشن ہرنیا میو ہسپتال لاہور میں وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ کو اللہ تعالیٰ نے رؤیا صادقہ اور نیکی و تقویٰ سے نوازا تھا۔ سلسلہ سے والہانہ محبت رکھتی تھیں۔ اور ربوہ سے خاص لگاؤ تھا۔ خلیفۂ وقت کی اطاعت کو ازحد ضروری خیال کرتی تھیں۔ چھوٹی سی عمر میں ہی اپنے تمام بچوں کے دل میں یہ خیال راسخ کر دیا تھا کہ خلیفۂ وقت سے محبت و عقیدت رکھنا اور مرکز سے رابطہ قائم رکھنا ازحد ضروری ہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کی تعمیل میں بتاریخ ۲۶ر مارچ ۱۹۷۵ء بعد نماز عصر مسجد مبارک میں محترم مولانا عبد المالک خان صاحب نے کثیر احباب کے ہمراہ نماز جنازہ پڑھائی۔ بعدہٗ بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ محترم مسعود احمد صاحب جہلمی مبلغ سلسلہ نے قبر پر دُعا کرائی۔ مرحومہ نے اپنے پیچھے چار لڑکے اور دو لڑکیاں یادگار چھوڑے ہیں۔

جملہ احباب جماعت کی خدمت میں التجا ہے کہ دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ والدہ صاحبہ محترمہ کو جنت الفردوس میں اپنا قرب اور اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اور مغموم ورثاء کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور ان سب کا خود متکفل و محافظ و معاون ہو۔ آمین۔

خاکسار: مسعود احمد فاروقی۔ جنرل سکرٹری حلقہ شالامار ٹاؤن۔ لاہور

صد سالہ احمدیہ جوبلی فنڈ کے وعدوں میں اضافہ

بعض ایسے مخلصین جنہوں نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی جاری فرمودہ نئی عظیم الشان تحریک "صد سالہ احمدیہ جوبلی فنڈ" میں جنوری۔ فروری میں وعدے بھجوائے تھے اب اپنے وعدوں میں نمایاں اضافہ کر رہے ہیں۔ اور انہوں نے لکھا ہے کہ ہم ابتدائی طور پر اس تحریک کی عظمت کو سمجھ نہ سکے تھے۔ اب یہ معلوم کر کے کہ یہ تحریک احمدیت کی غیر معمولی ترقی اور اسلام کی فتح کے دن کو قریب تر لانے والی تحریک ہے۔ ہم اپنے وعدوں میں اضافہ کر رہے ہیں۔

خوش قسمت ہیں وہ احمدی مخلصین جو اپنے آقا کی آواز پر لبیک کہہ کر اشاعتِ اسلام کے لئے قربانیاں پیش کر رہے ہیں۔

ناظر بیت المال آمد قادیان

اشاعتِ اسلام کا عظیم الشان منصوبہ صد سالہ احمدیہ جوبلی فنڈ

حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے

جاپان سے اس بارے ایک عظیم الشان انکشاف

مکرم شیخ عبدالقادر صاحب ۲۱۵۔ رستم پارک نواں کوٹ۔ لاہور

یہ انکشاف بڑا حیران کُن ہے کہ سولھویں صدی میں "سوسائٹی آف جیزز" کے بعض مشنریوں کو یہ پتہ لگ گیا تھا کہ

● بنی اسرائیل کے اسباطِ عشرہ افغانستان کاشغر اور کشمیر میں آباد ہوئے۔

● توما حواری ہندوستان اور چین میں آئے اور یہاں کے بنی اسرائیل میں تبلیغ کی۔

● حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے۔ صلیبی حادثہ کے بعد وہ بلادِ شرقیہ کے سفر پر روانہ ہوگئے۔

ان مشنریوں The Society of Jesus کی نسبت سے جیسوائٹ (Jesuit) مشنری کہتے تھے۔ اس سوسائٹی کے پادری جب ہندوستان، چین اور جاپان میں وارد ہوئے تو انہیں آہستہ آہستہ ان حقائق کا علم ہوا پہلی دو باتیں تو انہوں نے اپنے سفرناموں میں بیان کی ہیں۔ آخری دو باتیں انہوں نے مخفی رکھیں۔ حضرت مسیح کی نامعلوم زندگی پر پرانے قلمی نسخے انہوں نے جمع کئے اور ویٹی کن میں پوپ کی لائبریری میں رکھوادیئے۔ نکولس نوٹو وچ، ایک روسی عالم اور مشہور سیاح لکھتا ہے کہ ویٹی کن میں اس قسم کے ۶۳ قلمی مسوّدات موجود ہیں جن میں حضرت مسیح علیہ السلام کے وہ حالات درج ہیں جو صلیب سے بچ جانے کے بعد پیش آئے یہ کتابیں ہندوستان، چین اور دوسرے ممالک سے ملیں اور ویٹی کن پہنچادی گئیں۔

—(۲)—

روسی سیّاح اور عالم نوٹو وچ نے اپنی کتاب "The un Known life of Jesus christ" کے دوسرے ایڈیشن میں، جو کہ ۱۸۹۵ء میں شائع ہوا یہ لکھا ہے کہ کیتھولک مشنری جب وطن واپس گئے تو وہ اپنے ساتھ ان کتابوں کے قلمی نسخے لے گئے جن میں حضرت مسیح کے بلادِ شرقیہ کے حالات ملتے ہیں۔ نوٹو وچ نے لکھا ہے:—

" اس امر کا اظہار خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ ایک رومن کیتھولک پادری نے (جو کہ ویٹی کن لائبریری کے اسرار سے واقف تھا) مجھ سے برملا کہہ دیا تھا کہ یسوع مسیح کی نامعلوم زندگی کے حالات رومن چرچ کے لئے نئے نہیں ہیں کیونکہ ان کے متعلق روم کے کتب خانہ میں ترسیٹھ ۶۳ مکمل یا نامکمل قلمی کتابیں مختلف مشرقی زبانوں میں موجود ہیں جن کو ہمارے مشنری ہندوستان، چین، مصر اور عرب سے روم میں لائے تھے"

(دیباچہ کتاب)

—(۳)—

سولھویں صدی کے مشنری جو کہ بلادِ شرقیہ میں گھوم گئے جیسوائٹ مشنری کہلاتے ہیں۔ تبلیغ عیسائیت کے علاوہ اُن کا مطمح نظر یہ تھا کہ عیسائیت کے قدیم آثار کا سُراغ لگایا جائے۔ وہ ہندوستان میں مقدس توما کی آمد سے واقف تھے مقدس توما، عیسائیوں کو ہندوستان، کاشغر اور چین میں تلاش کرتے رہے۔ بنی اسرائیل کے اسباطِ عشرہ کی تلاش بھی ان کے مشن کا حصّہ تھا۔ اس سعی و کاوش میں انہیں معلوم ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی ان علاقوں میں آئے ہیں۔ اس قسم کا پُرانا لٹریچر انہوں نے فراہم کیا اور ویٹی کن میں لے گئے۔ وہاں پوپ کی لائبریری میں جمع کرادیا۔

کتاب چائنا اینڈ کراس (China and Cross) کے مصنّف کولمبا کیری اَلوِس لکھتے ہیں:۔

" سوسائٹی آف جیزز کے کیتھولک فادر جب سولھویں صدی میں چین آئے تو، ہندوستان میں انہوں نے دنائف کی ایک کتاب میں پڑھا کہ توما صرف ہندوستان کے رسول نہیں تھے بلکہ چین میں بھی وہ تبلیغ کے لئے گئے۔ "

(ص۱۵)

اسی طرح ایک مغربی محقق پی تھامس لکھتے ہیں:—

" مغلیہ دَورِ حکومت میں ایک عیسائی مشن جیسوائٹ پادریوں کی سرکردگی میں کام کر رہا تھا۔ اس مشن نے قدیم ہندوستان کے عیسائیوں کی تلاش میں کوہ ہندوکش کا سفر کیا۔ کیونکہ اس مشن کو روایات کی رُو سے علم تھا کہ توما رسول نے ان علاقوں کے اسرائیلی قبائل میں عیسائیت کی اشاعت کا کام کیا ہے۔"

(Christion and Christianity in India and Pakistan P. 21)

یہی کیتھولک مشنری جاپان میں پہنچے۔ ان کی آمد سے صدیوں سے پہلے جاپان میں یہ روایت پہنچ چکی تھی کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے۔ وہ صلیبی حادثہ کے بعد بلادِ شرقیہ میں آگئے تھے۔

—(۴)—

مبلّغ جاپان محترم عطاء المجیب صاحب راشد ایم اے کا ایک انٹرویو الفضل کی گزشتہ اشاعت میں شائع ہو چکا ہے اہلِ جاپان کو آپ نے اسلام کا پیغام پہنچایا اور یہ بھی بتایا کہ:—

" حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام نے پہلی بار دُنیا کو اس حقیقت سے آگاہ کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو حادثہ صلیب تو ضرور پیش آیا لیکن وہ صلیب پر ہرگز ہرگز فوت نہیں ہوئے۔ بلکہ صلیب سے اُتارے جانے کے وقت زخموں کی وجہ سے بیہوش تھے۔ اور علاج معالجہ کے بعد صحتیاب ہوکر بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کی تلاش میں ہندوستان کی طرف ہجرت کرگئے اور بالآخر ۱۲۰ سال کی عمر میں طبعی وفات پاکر کشمیر میں دفن ہوئے۔ یہ ایک ایسا عظیم الشان انکشاف ہے جس نے ساری دُنیا میں ایک تہلکہ مچادیا ہے۔"

یہ عجیب بات ہے کہ جاپان زمانۂ قدیم میں اس تاریخی صداقت سے واقف ہوچکا تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیبی حادثہ سے بچ گئے تھے۔ اور کنعان سے ہجرت کرکے مشرقِ بعید کے ممالک میں گھومتے رہے سولھویں صدی میں جاپان میں پہلی دفعہ کیتھولک مشنری پہنچے۔ ان کی آمد سے صدیوں پہلے جاپان میں ایک عجیب فرقہ موجود تھا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے وہ صلیبی حادثہ کے بعد بلادِ شرقیہ میں آگئے۔ وہ جاپان بھی آئے اور یہاں اُن کے ماننے والے اُس زمانہ میں موجود تھے۔ اب وقت آگیا ہے کہ اِس عجیب و غریب فرقہ کا سُراغ لگایا جائے۔ شاید جیسوائٹ (Jesuit) مشنریوں کی تحریرات سے ان کا سراغ مل سکے۔

حال ہی میں W. Raymond darlle نے ایک کتاب مرتب کی اس کا نام ہے Spacemen in The Ancient east اس میں وہ لکھتے ہیں:—

" پرتگیز مبلّغین کی آمد سے صدیوں پہلے جاپان میں ایسے عجیب و غریب عیسائی فرقے موجود تھے جن کا یہ خیال تھا کہ یسوعؑ صلیب سے بچ گئے تھے۔ ان کی وفات شمالی جاپان میں ہوئی۔" (ص۹۱)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

" چونکہ بنی اسرائیل بخت نصر کے حادثہ میں متفرق ہوکر بلادِ ہند، کشمیر، تبت اور چین کی طرف آئے تھے۔ اس لئے مسیح علیہ السلام نے انہی ملکوں کی طرف ہجرت کرنا ضروری سمجھا۔" (راز حقیقت ص۱۰)

جاپان میں ابتدائی عیسائی مناد براستہ چین گئے تھے۔ وہ یہ روایت بھی اپنے ساتھ لے گئے کہ حضرت مسیحؑ صلیب سے بچائے گئے اور اس حادثہ کے بعد وہ بلادِ شرقیہ میں گھومتے رہے اسی روایت کی مسخ شدہ صورت قدیم جاپان میں ملتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام شمالی جاپان میں فوت ہوئے۔ اس غلطی سے قطع نظر جاپان کے مذکورہ عیسائی قابل توجہ ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ان کے پرانے آثار کیتھولک مبلغین کی تحریرات میں مل جائیں۔ ہمارے جاپان کے مشن کو اس طرف توجہ دینا چاہئے۔

(منقول از روزنامہ الفضل مورخہ ۱۲ر جون ۱۹۷۵ء)

تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۷۴ء

ذکرِ حبیب علیہ السلام

مکرم ملک صلاح الدین صاحب مؤلف اصحاب احمد قادیان

اس تقریر میں حضرت رسولِ مقبول افضل الرُّسل و خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق حضرت مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاقِ عالیہ کی ایک جھلک پیش کی جاتی ہے۔

(۱) - اللہ تعالیٰ کا فضل

حضرت پیر سراج الحق صاحبؓ اپنی کتاب تذکرۃ المہدی میں تحریر کرتے ہیں کہ نعمانی ساکن سرساوہ ضلع سہارنپور قادیان کے قریب کے ایک گاؤں کے ایک سکھ جاٹ نے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بیس سال بڑا تھا مجھے بتایا کہ آپ کے والد بڑے مرزا صاحب کے پاس میرا بہت آنا جانا تھا۔ میرے سامنے کئی دفعہ ایسا ہوا کہ کوئی بڑا افسر یا رئیس ملنے کے لئے آتا تو باتوں باتوں میں پوچھتا کہ آپ کے بڑے لڑکے سے ملاقات ہوتی رہتی ہے لیکن آپ کے چھوٹے بیٹے کو کبھی نہیں دیکھا۔ تو وہ جواب دیتے کہ وہ الگ تھلگ رہتا ہے اور لڑکیوں کی طرح شرماتا ہے اور شرم کی وجہ سے کسی سے ملاقات نہیں کرتا۔ پھر کسی کو بھیج کر وہ آپ کو بلوا لیتے۔ اور آپؑ آنکھیں نیچی کئے ہوئے آتے اور سلام کر کے کچھ فاصلہ پر بیٹھ جاتے۔

پیر صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ اس جاٹ کے آنے پر ہم نے بتایا کہ حضور گھر میں ہیں۔ اس وقت کام میں مصروف ہوں گے۔ باہر آنے کا وقت نہیں۔ اس پر اُس جاٹ نے خود ہی بے دھڑک آواز دیدی۔ کہ مرزا جی ذرا باہر آؤ۔ حضور ننگے سَر باہر آگئے۔ اور مسکراتے ہوئے فرمایا۔

سردار صاحب! اچھے ہو۔ خوش ہو۔ بہت دنوں کے بعد ملے۔ اُس نے کہا۔ مَیں خوش ہوں مگر بڑھاپے نے ستا رکھا ہے۔ چلنا پھرنا بھی دشوار ہے۔ پھر فرصت کم ملتی ہے۔ مرزا جی! آپ کو وہ پہلی باتیں بھی یاد ہیں کہ بڑے مرزا صاحب کہا کرتے تھے کہ میرا یہ بیٹا مسیتڑ ہے۔ (یعنی مسجد میں بیٹھا رہتا ہے) نہ نوکری کرتا ہے نہ کماتا ہے۔ پھر آپ کو یہ بھی یاد ہے کہ بڑے مرزا صاحب مجھے بھیج کر آپ کو اپنے پاس بُلا بھیجتے تھے اور کہتے تھے کہ افسوس! میرا یہ لڑکا دُنیا کی ترقی سے محروم رہا جاتا ہے۔ آج وہ زندہ ہوتے تو یہ چہل پہل دیکھتے کہ کس طرح اُن کا وہی مسیتڑ بڑا بادشاہ بنا بیٹھا ہے اور بڑے بڑے لوگ دُور دُور سے آکر اس کے دَر کی غلامی کرتے ہیں۔ حضور اس کی باتوں کو سُن کر مسکراتے جاتے تھے اور آخر پر فرمایا۔

ہاں۔ مجھے یہ ساری باتیں یاد ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ ہمارا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ پھر بڑی محبت سے فرمایا کہ ٹھہرو۔ مَیں کھانے کا انتظام کرتا ہوں۔ اور مکان کے اندر تشریف لے گئے۔ یہ جاٹ مجھ سے کہنے لگا کہ بڑے مرزا صاحب کہا کرتے تھے کہ میرا یہ لڑکا ہے تو نیک۔ مگر اب زمانہ ایسا نہیں۔ چالاک آدمیوں کا زمانہ ہے۔ پھر بعض دفعہ اُن کی آنکھوں میں آنسو آجاتے اور کہتے کہ غلام احمدؑ نیک اور پاک ہے جو حال اُس کا ہے وہ ہمارا کہاں ہے۔ اور یہ باتیں سُناتے ہوئے اُس سکھ کی آنکھوں میں بھی آنسو آگئے۔

(سیرۃ المہدی حصّہ دوم روایت ۴۱۲)

(۲) - سادگی

حضور کی طبیعت میں بے حد سادگی تھی۔ تکلّف سے آپ کوسوں دور تھے۔ ۱۸۹۳ء میں عیسائیوں سے مناظرہ کے دوران کا ایک واقعہ حضرت شیخ نور احمد صاحبؓ مالک ریاض ہند پریس امرتسر سناتے ہیں کہ ایک روز کھانا رکھنا یا پیش کرنا میری اہلیہ کثرتِ کام کی وجہ سے بھول گئیں۔ رات کا بہت بڑا حصّہ گذر گیا تو حضور نے بڑے انتظار کے بعد دریافت کیا تو سب کو فکر ہوئی۔ بازار بھی بند ہو چکا تھا، کھانا نہ مل سکا۔ اس بات کا ذکر کرنے پر حضور نے فرمایا کہ اس قدر گھبراہٹ اور تکلّف کی کیا ضرورت ہے۔ دسترخوان میں دیکھ لو۔ کچھ بچا پڑا ہوگا، وہی کافی ہے۔ چنانچہ دیکھا تو دسترخوان میں چند ٹکڑے تھے۔ فرمایا یہی کافی ہیں۔ اور اُن میں سے ایک دو ٹکڑے لیکر کھا لئے۔ بس۔ گویا لاپرواہی پر کچھ خفا نہ ہوئے بلکہ نہایت خوشی سے دوسروں کی گھبراہٹ کو دور کر دیا۔ (سیرۃ مسیح موعودؑ مؤلفہ حضرت عرفانی صاحبؓ حصّہ سوم صفحہ $\frac{۳۴۷}{۳۰۸}$)۔

۲۔ حضرت عرفانی صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ لاہور سے احباب آئے ہوئے تھے۔ حضور کی طبیعت ناساز تھی۔ آپ نے اندر ہی بُلوا لیا۔ آپ ایک پلنگ پر تشریف رکھتے تھے۔ جس کی چوڑائی عام چار پائیوں کی لمبائی کے برابر تھی۔ لکھنے پڑھنے کی جُملہ ضروریات کا کام لینے کے لئے ایسا پلنگ بنوایا گیا تھا۔ ایک چھوٹی سی میز موم بتیاں روشن کرنے کے لئے پاس رکھی تھی۔ ایک رکابی میں ایک دوات رکھ کر اِردگرد مٹی تھپی ہوئی تھی تاکہ گِر نہ پڑے۔ آپ کی رضائی پھٹی ہوئی تھی۔ اس کی روئی نظر آرہی تھی۔ کمرہ میں سادگی تھی۔ کوئی فرش نہ تھا، نہ ہی کوئی تکلّف والا سامان نظر آتا تھا۔ جہاں جگہ ملی احباب بے تکلّفی سے بیٹھ گئے۔ کوئی چار پائی پر کوئی صندوق پر، کوئی ٹرنک پر، کوئی دہلیز پر اور کوئی فرش پر۔ دیر تک ہم بیٹھے حضور کے مبارک کلمات سے شادکام ہوتے رہے۔ (ایضاً صفحہ ۳۰۱ تا ۳۰۳)

۳۔ حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ کے والد ماجد کا سِلسلہ پیری مُریدی بہت مشہور رہا جن کے بعد آپ کے برادر زادہ گدّی نشین ہوئے۔ پیر صاحب بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ حضور کے خادم حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ کسی کام کے لئے امرتسر گئے ہوئے تھے، حضور کی اجازت سے مَیں حضور کے پاس خدمت کی نیّت سے ٹھہرا۔ مدّتوں میں آج تمنّا پوری ہوئی تھی۔ بعد نماز عشاء مسجد مبارک کی چھت پر پہنچا۔ آپ ٹہلتے رہے اور کچھ دعائیں وغیرہ اور پھر قرآن مجید پڑھتے رہے۔ پھر فرش پر لیٹ گئے جس پر چٹائی یا جائے نماز کچھ نہیں تھا۔ اور فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں بغیر چار پائی کے نیند نہیں آتی اور کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ ہمیں خدا کے فضل سے زمین پر خوب نیند آتی ہے اور ہاضمہ میں بھی کوئی فتور نہیں ہوتا۔

فرمایا کہ آپ پیر ہیں۔ پیروں کو چار پائی اور عمدہ بستر کے بغیر نیند نہیں آتی۔ مَیں نیچے سے آپ کے واسطے چار پائی اور گدّا اچھا سا بستر لاتا ہوں۔ یہ سُن کر میں خوف زدہ ہوگیا اور کانپنے لگا مبادا حضور یہ تکلیف گوارا کریں۔ اور عرض کی چلّہ کشیوں کی وجہ سے مجھ عادت ہے۔ اور قادیان میں تو عموماً چار پائی پر کم لیٹنا پڑتا ہے۔ مجھے یہ منظور نہیں کہ حضور ایک تھوڑی سی بات کے واسطے تیسری منزل سے نیچے جائیں۔ اور والد صاحب نے مجھے ایسا عادی بنا دیا تھا وہ کہتے تھے کہ فقیری اور آرام طلبی جمع نہیں ہوسکتیں۔ حضور نے فرمایا۔ کہ احباب میں آرام طلبی نہیں ہونی چاہئے اور وہ ایسے بن جائیں کہ دُنیا میں ہوں مگر نہ ہوں۔

پیر صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور چند منٹ سوتے پھر سبحان اللہ سبحان اللہ کہہ کر بیدار ہو جاتے تھے۔ حضور نے مجھے بھی فرمایا کہ سو جاؤ۔ چنانچہ میں بھی سو گیا۔ حضور رات کے پچھلے حصّہ میں اُٹھے۔ مجھے خبر نہ ہوئی۔ جب میری آنکھ کھلی تو حضور آہستہ آہستہ قرآن شریف پڑھ رہے تھے تاکہ مَیں جاگ نہ اُٹھوں۔ بیدار دیکھ کر فرمایا۔ صاحبزادہ صاحب! وضو کے واسطے پانی لاؤں۔ میں نے عرض کی کہ مَیں تو حضور کی خدمت کے لئے حاضر ہوا تھا۔ حضور میری خدمت کے لئے تیار ہوگئے۔ فرمایا کیا مضائقہ ہے۔ مَیں جلدی سے مسجد کے نیچے اُتر گیا اور ڈھاب میں وضو کر کے آگیا اور حضور کی طرح نوافل پڑھنے لگا۔

(ایضاً۔ صفحہ ۳۱۵ تا ۳۱۸)

(۳) - خدّام و احباب سے مشفقانہ سلوک

حضور اپنے خادموں اور ملازموں سے خواہ وہ سماجی لحاظ سے کم درجہ کے ہوں نہایت محبت و شفقت اور درگذر اور برابری کا سلوک کرتے تھے اور اُن کی خوبیوں پر تحسین اور شکرگذاری فرماتے اور اُن پر اعتماد فرماتے تھے۔ اس بارے میں چند واقعات حضرت عرفانی صاحبؓ کے بیان کردہ عرض کئے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت میاں نجم الدین صاحبؓ بھیروی عرصہ تک لنگر خانہ کے داروغہ رہے۔ کم تعلیم یافتہ اور طبیعت کے اُجڈ۔ ہر شخص کو ان کی آواز سمجھ نہ آتی بلکہ لڑنے جھگڑنے کا خیال ہوتا۔ ان کی زبان وغیرہ کی وجہ سے کئی دفعہ ایسی شکائتیں پیدا ہوتی تھیں کہ اگر کہیں اور جگہ ہوتے تو خدا جانے کس تکلیف اور ذلّت کے ساتھ الگ کر دئے جاتے مگر حضور ان کے اخلاص اور محنت کی قدر فرماتے تھے۔ بڑی سے بڑی بات جو حضور کبھی ان کو کہتے تو یہ ہوتی کہ میاں نجم الدین! مَیں نے تم کو سمجھا دیا ہے اور تم پر حجّت پوری کر دی ہے۔ اگر تم نے غفلت کی تو اب خدا کے حضور جواب

دہ ہو گئے ۔ حضور کوئی حساب نہیں رکھتے تھے بلکہ لنگر کا تمام حساب کتاب اُن کے ہی سپرد تھا ۔ (ایضاً صفحہ ۳۰۹ و ۳۳۰) ۔

۲ ۔ حضرت حافظ حامد علی صاحبؓ نے چھبیس سال حضور کی خدمت کی ۔ حضور ان سے ایک عزیز سا معاملہ کرتے تھے ۔ ایک دفعہ حضور نے ان کو خطوط ڈاکخانہ میں ڈالنے کے لئے دئے ۔ ایک ہفتہ بعد حضور کے ایک صاحبزادہ دوڑتے ہوئے آئے اور کچھ کارڈ اور لفافے حضور کی خدمت میں پیش کئے کہ یہ ہم نے کوڑے کے ڈھیر سے نکالے ہیں ۔ یہ وہی خطوط تھے جن میں سے بعض رجسٹری کرنے تھے اور حضور اُن کے جواب کے منتظر تھے ۔ حضور نے حافظ صاحب کو بلوا کر خطوط دکھاتے ہوئے صرف اتنا ہی کہا کہ نسیان بہت ہو گیا ہے ، ذرا فکر سے کام کیا کرو ۔ (سیرۃ مسیح موعودؑ مؤلفہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب طبع سوم صفحہ ۵۰ و سیرۃ مسیح موعودؑ مصنفہ حضرت عرفانی صاحب حصہ اوّل صفحہ ۱۰۱ و ۱۰۲)

حافظ حامد علی صاحب کا اپنا بیان ہے کہ (خدمت کے اس عرصۂ دراز میں) حضور نے کبھی مجھے نہ جھڑکا ، نہ سختی سے مخاطب کیا ۔ بلکہ میں بڑا ہی سست تھا اور اکثر حضور کے ارشاد کی تعمیل میں دیر بھی کر دیتا تھا تاہم سفر میں مجھے ہمیشہ ساتھ رکھتے تھے ۔ مجھے زندگی بھر حضور سے اخلاق والا انسان نظر نہیں آیا ۔ (سیرۃ مسیح موعودؑ مصنفہ حضرت عرفانی صاحبؓ حصہ سوم صفحہ ۳۲۲ و ۳۲۳)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ جو حضور کے مکان کے ایک حصہ میں کئی سال تک مقیم رہے ، خدام سے سلوک کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ

"دو گاؤں کے بہت ہی گمنام اور پست ہمت اور وضیع فطرت ...... (گھر کے اندر خدمت کرتے ہیں اور بیسیوں روپیہ کے سودے لاتے ہیں اور بارہا لاہور جاتے اور ضروری اشیاء خرید لاتے ہیں ۔ کبھی گرفت نہیں ، سختی نہیں ۔ باز پرس نہیں ۔ خدا جانے کیا مطلب ہے ۔ ...... میں نے خاص غور کی اور ڈھونڈھ کی ہے ، آنکھ لگائی ہے ، کان لگائے ہیں اور ایسے اوقات میں ایک نکتہ چین ، ریویو نویس کا دل و دماغ لیکر اس نظارہ کا تماشائی بنا ہوں ۔ مگر میں اعتراف کرتا ہوں کہ میری آنکھ اور کان ہر دفعہ میرے ایمان اور عرفان کو بڑھانے والی بات ہی لائے ۔ اتنے دراز عرصہ میں میں نے کبھی بھی نہیں سُنا کہ اندر تکرار ہو رہی ہے اور کسی شخص سے لین دین کے متعلق باز پرس ہو رہی ہے ۔"

(سیرۃ مسیح موعودؑ مؤلفہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب طبع سوم صفحہ ۳۰ و ۳۱)

۳ ۔ قادیان میں ڈاکخانہ کی معمولی برانچ تھی جس کا قادیان کی بستی میں کوئی لیٹر بکس نہ تھا ۔ حضرت حافظ غلام محی الدین صاحبؓ جو قادیان میں جلد سازی کا کام کرتے تھے خدمت کے طور پر حضور کی ڈاک بٹالہ لے جایا کرتے تھے ۔ احباب کی ڈاک بھی لے آتے تھے اور احباب اپنی ڈاک بھی ڈالنے کے لئے دے دیتے تھے ۔ ایک معاملہ میں حضور علیہ السلام کے مکان کی تلاشی پولیس کی طرف سے ہونے پر حافظ صاحب کے کمرہ کی بھی ہوئی ۔ اس وقت یہ بات ظاہر ہوئی کہ غلطی کی وجہ سے کئی خطوط احباب کو تقسیم نہیں ہوئے اور نہ اُن کے خطوط ڈاک میں ڈالے گئے ۔ حضور نے ہنستے ہوئے ان سے صرف اتنا فرمایا کہ حافظ جی ! یہ خط رکھنے کے لئے تو نہیں دئے گئے تھے ۔ اگر آج نہ دیکھے جاتے تو پتہ بھی نہ لگتا ۔ اور ہم سمجھتے رہتے کہ خط لکھ دیا ہوا ہے اور دوسرے لوگ سمجھتے کہ ہم خط لکھ چکے ہیں خیر جو ہو گیا سو ہو گیا ۔ مصلحتِ الٰہی یہی ہو گی ۔ (سیرۃ مسیح موعودؑ حصہ اول ۱۰۲ تا ۱۰۴) ۔

۴ ۔ حضور علیہ السلام اپنے والد ماجد کی ہدایت پر بٹالہ مقدمات کی پیشی پر جاتے تھے ۔ آپ کے خادم حضرت مرزا اسمٰعیل بیگ صاحبؓ (جو بہشتی مقبرہ میں مدفون ہیں) بیان کرتے تھے کہ حضور باصرار مجھے گھوڑے پر سوار کرانا چاہتے ۔ لیکن میں بار بار انکار کرتا کہ مجھے شرم آتی ہے ۔ آپ فرماتے کہ کیوں ؟ تمہیں گھوڑے پر سوار ہونے سے شرم آتی ہے ، ہم کو پیدل چلنے میں شرم نہیں آتی ۔ سو بٹالہ کی آمد و رفت میں پہلے مجھے سوار کرتے ، پھر تقریباً نصف فاصلہ طے ہونے پر میں اُتر پڑتا تو آپ سوار ہو جاتے ۔ (ایضاً حصہ سوم ۔ صفحہ ۳۳۵ و ۳۳۶) ۔

۵ ۔ ابتدا میں حضور چھاپہ خانہ کی نگرانی خود فرماتے تھے ۔ مصروفیت بڑھنے پر حضرت حکیم فضل دین صاحبؓ بھیروی کے سپرد حضور نے یہ کام کر دیا ۔ چھاپہ خانہ کا کام یہی مرزا اسمٰعیل بیگ صاحبؓ اور اُن کے بھائی بند کرتے تھے ۔ مرزا صاحب عرصہ دراز سے حضور کی خدمت میں بطور خادم کام کرتے تھے جو پہلے بطور عام خادم کے کام کرتے تھے ۔ پھر زمینوں کا انتظام اور دیگر کام ان کے سپرد ہوئے ۔ بعض کتابیں وغیرہ چھپواتے کے لئے حضور اُن کو ہی بھیج دیا کرتے تھے ۔ اب چھاپہ خانہ قائم ہونے پر ان کو یہ کام سپرد ہوا ۔ جب تک حضور کی براہ راست نگرانی میں یہ کام تھا تو مرزا صاحب گویا اس چھوٹی سی مملکت کے مختار بادشاہ تھے ۔ حکیم صاحب کے سپرد یہ کام ہوا تو انہوں نے اپنی تاجرانہ فراست اور تجربہ کے مطابق انتہائی اقتصادی اور انتظامی تجربہ کاری سے کام لینا چاہا ۔ تب مرزا صاحب کی آزادی میں فرق آیا جنہوں نے حضور کے فیاضانہ اور محسنانہ سلوک کا لطف اٹھایا ہوا تھا ۔ گو حکیم صاحب بہت ہی متحمل مزاج واقع ہوئے تھے مگر آزادی اور پابندی بھی آخر کچھ فرق رکھتی ہے ۔ رواداری اور چشم پوشی کا پیمانہ لبریز ہو گیا ۔ اور بات حکیم صاحب کے تحمل کی حد سے باہر ہو گئی ۔ انہوں نے نہایت افسوس کے ساتھ مرزا اسمٰعیل بیگ صاحب کی غلطیوں اور اُن کی تکلیف دہی کا ذکر کیا ۔ حضور نے نہایت توجہ سے ان شکایات کو سُنا ۔ حکیم صاحب غالباً سمجھتے تھے کہ کوئی سخت سزا کا حکم صادر ہو گا ۔ لیکن حضور نے ساری رُوداد سُن کر فرمایا :-

"حکیم صاحب ! باہمیں مردُماں بباید ساخت ۔ دوسرے بھی تو آدمی ہی ہونگے ۔ اگر یہ کسی اعلیٰ درجہ کے کام کے اہل ہوتے تو یہ کام ہی کیوں کرتے ۔ یہ کئی برسوں سے میرے پاس کام کرتے آئے ہیں ، آخر کام ہوتا ہی آیا ہے ۔ یہ پُرانے لوگ ہیں ۔ آپ چشم پوشی سے کام لے لیا کریں ۔"

(ایضاً صفحہ ۳۲۵ تا ۳۲۷) ۔ (باقی)

احمدیت کے خلاف (پاکستان) میں پھر فتنہ انگیزیاں

گذشتہ چند روز سے پاکستان سے جو اطلاعات موصول ہو رہی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض فتنہ پرور عناصر پھر احمدیت کے خلاف سرگرم ہو رہے ہیں ۔ کیونکہ گذشتہ سال ان کے خیال میں ان کی فتنہ انگیزیوں میں کچھ کمی رہ گئی تھی ۔ بدر کے اگلے شمارہ میں ان واقعات کی کچھ تفاصیل دی جائے گی ۔

فی الحال جماعت کے احباب سے یہ درخواست ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے حضور جھکیں اسی سے دعائیں کریں اور اسی سے پناہ مانگیں ۔ وہی ہمارا سہارا ہے ۔ دعاؤں کے ساتھ ہی صدقات کا سلسلہ بھی جاری رکھیں ۔

حسبنا اللہ نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر ۔ (ایڈیٹر)

خدام الاحمدیہ یادگیر کا دو روزہ مثالی وقارِ عمل

مرسلہ ــــ مکرم مولوی منظور احمد صاحب مبلغ یادگیر

سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے جہاں جماعت کی بنیادوں کو اور رنگ میں مضبوط کیا وہاں جماعت کے مردوں ۔ عورتوں ۔ نوجوانوں ۔ بوڑھوں ۔ بچوں اور بچیوں کی تربیت و اصلاح تہذیب و تمدن ۔ تنظیم و تعلیم اور اخلاقی و روحانی قدروں پر چلانے کے لئے جماعت میں مختلف قسم کی تنظیموں کو قائم فرمایا ۔ اور اس طرح جماعت کے ہر طبقہ کی تربیت و اصلاح کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری ہو گیا ۔ جو انشاء اللہ العزیز تا قیامت جاری و ساری رہے گا ۔ ان تنظیمات میں سے جو ذیلی تنظیمیں کہلاتی ہیں ۔ ایک شاخ خدام الاحمدیہ ہے ۔ اسی مجلس کی شاخ جماعت احمدیہ یادگیر میں بھی قائم ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ مجلس خدام الاحمدیہ یادگیر کے اراکین اپنے اخلاص ۔ جوش ایمان ۔ دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے میں پیش پیش ہیں ۔

جناب سیکرٹری صاحب وقارِ عمل یادگیر نے جمعہ میں اعلان فرمایا ۔ کہ اتوار اور پیر یعنی یکم اور دو جون کو احمدیہ قبرستان میں دو دن وقارِ عمل ہو گا ۔ جملہ خدام نمازِ فجر کے بعد مقامِ عمل پر جمع ہو جائیں ۔ چنانچہ یادگیر کے خدام نمازِ فجر کے بعد احمدیہ قبرستان میں پہنچ گئے نہ صرف خدام ہی بلکہ اطفال بھی نہایت ہی ذوق و شوق سے کثیر تعداد میں پہنچے اور عہد اور دعا کے بعد وقارِ عمل میں مصروف ہو گئے ۔ ساڑھے سات بجے سے گیارہ بجے دن تک نہایت ہی اخلاص ۔ محبت ۔ جوش اور پیار کے ماحول میں قائد صاحب مجلس خدام الاحمدیہ یادگیر کی قیادت میں یہ وقارِ عمل نہایت ہی پُر وقار طریق پر منایا گیا ۔

دوسرے روز بھی سات بجے کام شروع ہوا ۔ اور ساڑھے گیارہ بجے ختم ہوا ۔ میں خود مقامِ عمل پر جو کہ قریباً دو ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر ہے گیا اور اس نظارہ کو دیکھا ۔ مجھے اس وقت ۱۹۴۷ء سے پہلے کا قادیان اور اس دور کے وقارِ عمل یاد آ گئے ۔

آخر میں مؤدبانہ دُعا کی استدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس محنت شاقہ کو قبول فرمائے اور اس کے نہایت ہی عمدہ نتائج برآمد فرمائے ۔ آمین ۔

منقولات

یوں تو علمائے اسلام کہلانے والوں کا ہمیشہ سے یہ پیشہ رہا ہے کہ وہ ذرا ذرا سے اختلافِ عقیدہ کو لے کر مختلف اسلامی فرقوں کے درمیان حربِ عقائد کی آگ بھڑکاتے رہتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے اس وقت کسی قدر زیادہ شدت سے عمل ہو رہا ہے۔ اور ملک کے طول و عرض میں دیوبندی۔ بریلوی جھگڑا اتنی خطرناک صورت اختیار کر گیا ہے کہ حیدر آباد دکن۔ یوپی۔ اور کلکتہ وغیرہ میں دونوں فریقوں میں افسوسناک حد تک مناقشات بڑھ گئے ہیں۔ یوپی کے ضلع اعظم گڑھ میں ایک مقام پر دونوں گروہوں کے درمیان سر پھٹول تک کی نوبت آئی۔ اور کلکتہ میں بھی تشدد کے مذموم واقعات ہوئے ہیں۔

اس سلسلہ میں روزنامہ سیاست کانپور کا اداریہ اور ہفت روزہ ھلال کلکتہ کے ایک مضمون کا اقتباس جو دینس جعفری صاحب نے تحریر کیا ہے۔ نقل کیا جا رہا ہے۔ ان سے جہاں حرب عقائد کی شدت کا اندازہ ہوگا وہاں یہ بھی معلوم ہوگا کہ مسلمانوں میں بعض درد مند دل رکھنے والے لوگ بھی ہیں۔ جو اس صورت حال کو تشویش کی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔

ہم اس پر کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے سوائے اس کے علمائے اسلام کو اس سے کوئی غرض نہیں ہے کہ ان کی یہ جنگِ زرگری کن افسوسناک نتائج پر منتج ہوگی۔ انہیں تو بہر حال اپنا یہ کردار ادا کرنا ہے۔ جس کی خبر مخبر صادق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال قبل دی تھی کہ علماءھم شر من تحت ادیم السماء۔ کہ اس زمانہ میں چرخِ نیلو فری کے نیچے بدترین مخلوق علماء ہی ہوں گے۔ ——— (ایڈیٹر)

۱۔ وقت تنازعِ باہم ہرگز نہیں ہے یارو

ضلع اعظم گڑھ میں کو پاگنج کے ایک نواحی مقام میں مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان جس شدید مذہبی اختلاف اور اس کے نتیجہ میں باہمی سر پھٹول کی جو خبر سیاست جدید اور دوسرے اخباروں میں شائع ہوئی ہر لحاظ سے افسوسناک ہے حربِ عقائد ہر زمانہ میں مذموم منحوم ملت اسلامیہ کے لئے خطرناک اور موجب رسوائی تھی۔ لیکن موجودہ حالات میں تو اور زیادہ خطرناک اور قطعاً ناقابل برداشت ہے واقعات کی تفصیل میں گئے بغیر کہ اس تنازعہ میں زیادتی کس فریق کی تھی اُس فریق کی جو اپنے کو بریلوی کہتا ہے یا اُس کی جو دیوبندی کہا جاتا ہے۔ بہر حال اخبارات میں یہ آیا ہے کہ ان میں سے ایک فرقہ کے ایک واعظ مولوی صاحب نے اپنے جلسہ میں فریق ثانی کی مذمت ایسے دلخراش لہجہ میں کی جو قدرتاً اُسے ناگوار ہوئی۔ معاملہ زبانی رد و قدح پر ختم نہیں ہوا تو بات مار پیٹ کی آ کر رہی۔ اس ابتدائی حادثہ کے بعد نقص امن کے اندیشہ سے پی اے سی کے جوان پہرہ پر مامور کئے گئے اور چند روز اس چوکی پہرہ کے نتیجہ میں فضا پُر امن رہی لیکن ایک دن جبکہ پہرہ دار اپنے پہرہ کے کام کو انجام نہیں دے رہے تھے فساد کی آگ پھوٹ پڑی اور ابتدائی رپورٹوں کے مطابق درجنوں افراد زخمی ہوئے جن میں سے بعض کی حالت خاصی نازک بتائی جا رہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس ہنگامہ میں وہی سب کچھ ہوا جو عموماً فرقہ وارانہ فساد میں ہوتا رہا تھا۔ اور یہ ضلع بھی آزادی کے بعد سے اس قسم کے فسادات کے بارہا تلخ تجربے کر چکا ہے۔ فرق صرف اتنا رہا کہ پچھلے فسادات غیر مسلموں اور مسلمانوں کے مابین ہوتے تھے اور اس میں فریقین ضارب و مضروب، جارح و مجروح دونوں چشم بد دور مسلمان ہی تھے۔ ایک ہی کلمہ پڑھنے والے ایک خدا پر ایمان رکھنے والے۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی حلقہ بگوشی کو وسیلۂ نجات سمجھنے والے ایک ہی مسجد میں یکساں طریقہ کی نماز پڑھنے والے روزہ، حج۔ زکوٰۃ جملہ عبادات بدنی و مالی ایک ہی طرح ادا کرنے والے افسوس ان مذہبی رہنماؤں و واعظان شیوۂ بیان پر جن کا کام

تو برائے وصل کردن آمدی

کے بجائے اس شعر کے دوسرے مصرعہ کے مطابق

نے برائے فصل کردن آمدی

افتراق امت و تخریب ملت کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اشتعال انگیز تقریر سے مشتعل ہو کر مسلمانوں نے دوسرے مسلمانوں کے خلاف اپنے عزیزوں پڑوسیوں، بستی والوں کے خلاف لاٹھی بھالے، اینٹ پتھر بے دریغ استعمال کئے۔ خیریت گزری کہ آتشیں اسلحہ استعمال نہیں ہوئے (کم از کم ابتدائی خبروں میں بھی آتشیں اسلحہ کے استعمال کا ذکر نہیں ہے۔) ان حالات کا نتیجہ قدرتاً یہ ہوا کہ ضلع مجسٹریٹ صاحب نے تین ماہ کے لئے مذہبی جلسے اس گاؤں میں ممنوع قرار دے دیئے اور اعلان کیا ہے کہ اسکے بعد بھی جو مذہبی جلسے وعظ و میلاد وغیرہ کے ہوں گے ان کے لئے پہلے حکام سے تحریری اجازت حاصل کرنی ضروری ہوگی اور یہ بھی آگاہی دی گئی ہے کہ اگر دوبارہ اس مقام پر فساد ہوا تو پولیس وغیرہ کے سارے حفاظتی انتظامات کا خرچ اس گاؤں کے متحارب اور جنگ جو مسلمانوں ہی سے وصول کیا جائے گا۔

فساد کے وقوع کے بعد پولیس کے اعلیٰ حکام نے بعض سیاسی جماعتوں کے امن دوست رہنماؤں کی معیت میں ان لڑنے والوں اور ایک دوسرے کے تشنۂ خون مسلمانوں کو سمجھا بجھا کر قیام امن کے لئے ایک نمائندہ کمیٹی بنا دی ہے۔ اور فریقین سے وعدہ لیا ہے کہ وہ آئندہ اس قسم کی لڑائی سے احتیاط کریں گے۔

ابھی تھوڑے ہی دن ہوئے کہ ناظم اعلیٰ دار العلوم دیوبند مولانا محمد طیب صاحب کی ایک اپیل شائع ہوئی تھی جس میں انہوں نے پر زور اپیل کی تھی کہ مسلمان ان دیوبندی بریلوی مناقشوں سے بالکل الگ تھلگ رہیں اس فساد سے اور اس قسم کے بعض اور ہنگاموں سے جو یوپی کے علاوہ ملک کے بعض اور مقامات میں ہو چکے ہیں صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فتنۂ حرب عقائد خطرناک شکل میں اُبھر رہا ہے اور اگر اسے روکنے اور اس کے سرچشمہ پر بند لگانے کی سرگرم اور مخلصانہ کوشش نہ کی گئی تو ملت کی وحدت پارہ پارہ ہو کر رہے گی اور اغیار کو اس کے انتشار اور حالِ زار پر طنز و تمسخر کا خدا داد موقع حاصل ہو جائے گا۔

(روزنامہ "سیاست" کانپور ۱۱ جون ۱۹۷۵ء)

۲۔ دیوبندی۔ بریلوی جھگڑا

مٹیا برج (کلکتہ) کے حالیہ واقعہ نے ایک بار پھر یہ ثابت کر دیا ہے کہ عام مسلمانوں کی ذہنی سطح آج بھی اتنی پست ہے کہ مذہب اور عقیدہ کے نام پر ورغلا کر انہیں آسانی سے جنون میں مبتلا کیا جا سکتا ہے کہ جن سو یا دو سو افراد نے مولانا پالن حقانی کے خلاف تشدد آمیز مظاہرہ کیا تھا انہوں نے ایک لمحہ کے لئے بھی یہ نہیں سوچا کہ وہ اس طرح اس جلسہ کو درہم برہم کر رہے ہیں جس میں اللہ اور اس کے رسول کا ذکر ہو رہا ہے اس کے برعکس اللہ اور اس کے رسول کے ذکر کو بند کرانے کے لئے صرف یہ احساس کافی تھا کہ ذکر رسول کرنے والا شخص ان کے خیال میں بدعقیدہ ہے۔ اور ایسے شخص کو اظہار خیال کے موقع سے محروم کر کے وہ ایک بڑی دینی خدمت سر انجام دے رہے ہیں۔ ذہن کی یہ مجنونانہ کیفیت ایسی ہے جو اکثر قتل و خون کا سبب بن جاتی ہے۔ گروہی مناقشہ اگرچہ صرف مسلمانوں تک محدود نہیں ہے دنیا کے دوسرے تمام مذاہب کو اس کا سامنا کرنا پڑا ہے لیکن فرق صرف یہ ہے کہ دوسرے تمام مذاہب کے لئے اب یہ باتیں قصہ پارینہ بن چکی ہیں لیکن اسلام کو اب تک اس سے نجات نہیں ملی ہے اور برصغیر کے مسلمان خاص طور پر اس میں مبتلا ہیں اور ہر سال اس جھگڑے میں کچھ نہ کچھ لوگوں کی جان جاتی ہے۔

کبھی یہ جھگڑا شیعہ سنی کے نام پر سر اٹھاتا ہے تو کبھی قادیانی غیر قادیانی کے نام پر فساد ہو جاتا ہے۔ لیکن سب سے بڑا جھگڑا خود سنیوں کے دو گروپوں میں ہے جس میں اگرچہ اتلاف جان تو کم ہوتا ہے لیکن جس نے ایک عام ہلچل پیدا کر رکھی ہے۔ اس برصغیر میں سنیوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ وہ فقہی معاملات میں امام ابو حنیفہ کے پیروکار ہیں۔ یہ لوگ بالعموم روایات پرست ہیں اور کسی بھی ایسی بات کو ترک کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں جو انہیں اپنے آباء و اجداد سے ورثہ میں ملی ہیں اور ان میں وہ باتیں بھی شامل ہیں جو انہیں ہندو آبا و اجداد سے ورثہ میں ملی ہیں۔ اور جنہیں انہوں نے مناسب رد و بدل کر کے اپنے ایمان کا جزو بنا لیا ہے۔

اس قسم کی باتوں میں شخصیت پرستی بھی شامل ہے جس کا اسلام کے فلسفہ توحید سے ٹکراؤ ہوتا ہے۔ اسلام کے فلسفہ کے مطابق کوئی بھی انسان خواہ کتنا ہی بلند و بالا کیوں نہ ہو وہ بہرحال انسان رہے گا۔ اور اگر اس سے کوئی ایسی بات منسوب کی جاتی ہے جو صرف خدا کا وصف ہے تو پھر اُسے شرک سمجھا جائے گا کیونکہ اس سے توحید کا تصور مجروح ہوتا ہے۔ سنیوں کے دونوں گروپوں کے درمیان اس وقت جو مناقشہ ہے وہ دراصل اسی بنیادی مسئلہ کے گرد گھومتا ہے۔ روایات پرست سنی مسلمانوں کا یہ اصرار ہے کہ رسول اکرم اور اولیاء اللہ کے فوق البشر ہونے کا عقیدہ کسی طرح توحید کے فلسفہ سے نہیں ٹکراتا جب کہ دوسرے گروپ کا یہ کہنا ہے کہ اس عقیدہ سے توحید

کا فلسفہ مجروح ہوتا ہے اور اس طرح یہ کھلا ہوا شرک ہے۔ شخصیت پرستی کے مسئلہ پر یہ اختلاف رائے نیا نہیں ہے لیکن گذشتہ ایک صدی سے اس نے شدت اختیار کر لی ہے۔ ....

...... دیوبندی اور بریلوی جھگڑے میں عام مسلمانوں کا بہر حال یہ تقاضا ہونا چاہیئے کہ وہ دونوں کی باتیں سنیں اور نہ سننا چاہیں تو وہ گھر بیٹھیں۔ لیکن انہیں بہر حال یہ حق نہیں پہونچتا کہ وہ جس کو ناپسند کرتے ہیں اس کو بولنے نہ دیں۔ اور اس کے خلاف تشدد سے کام لیں۔ دنیا میں صرف سنّی ہی تو نہیں ہیں ان کے علاوہ اور بھی لوگ ہیں جن میں شافعی، حنبلی اور مالکی شامل ہیں تو کیا وہ مسلمان نہیں ہیں اور کیا ان کا وہی عقیدہ ہے جو حنفیوں کا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی بات نہیں ہے ہندوستانی مسلمان، امام ابوحنیفہ کو مانتے ہیں لیکن، امام شافعی امام مالک اور امام حنبلی کا بہر حال احترام کرتے ہیں۔ اگر کوئی شافعی حنبلی یا مالکی اپنے عقیدہ کا پرچار کرتے تو کیا حنفی مسلمان اسے روک دینگے۔ اور ہنگامہ کر دیں گے اگر نہیں تو پھر دیوبندیوں اور وہابیوں (اہل حدیث یا غیر مقلد) کو اظہار خیال کرنے سے وہ کیسے روک سکتے ہیں اور اگر وہ روکتے ہیں جیساکہ مٹیا برج میں ہوا تو پھر انہیں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ان کو اپنے عقیدہ کی صحت پر یقین نہیں ہے اور انہیں یہ ڈر ہے کہ مخالف کے دلائل سے کہیں ان کا عقیدہ غلط ثابت نہ ہو جائے۔ مٹیا برج میں جن لوگوں نے ہنگامہ کیا ہے کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی اس حرکت سے پالن حقانی صاحب کا مشن فیل ہو گیا۔ اور ان کی جیت ہو گئی ہے۔ اگر ان لوگوں نے ایسی کوئی بات کی تو وہ یہ سمجھ لیں کہ یہ ان کی جیت نہیں ہار ہے۔ مذہبی معاملے میں ڈنڈے بازی کی جیت نہیں ہوتی علم کی جیت ہوتی ہے۔ اور اس میں شک نہیں ہے کہ پالن حقانی صاحب بہر حال صاحب علم ہیں اور ان کے خلاف جتنا زیادہ ہنگامہ ہوگا ان کے سننے والوں کی تعداد بھی اتنی ہی بڑھے گی ۔"

(ہفت روزہ ھلال کلکتہ یکم جون ۱۹۷۵ء)

۳۔ حیدر آباد میں مسلمانوں کا آپسی تصادم

گذشتہ تین ماہ سے شہر حیدر آباد میں کچھ دو نمبر کے امیر اور بعض نام نہاد مسلمان ملت اسلامیہ کی صفوں میں منافرت اور تصادم پیدا کرنے کی مذموم سعی میں مصروف ہیں۔ ان عناصر نے دشمنان رسولؐ پالن گجراتی اور ارشاد احمد کو اسی منصوبہ کی عمل آوری کے پیش نظر حیدر آباد بلوانے اور نزاعی مسائل پیدا کرنے کی سازش کی ہے۔ ان عناصر نے اب اپنے منصوبے کے آخری حصّہ کی تکمیل یعنی مسلمانانِ حیدر آباد میں اصلاح عقائد کے نام پر تصادم پیدا کرنے کا آغاز کر دیا ہے۔

گذشتہ ہفتہ مکہ مسجد کے محراب کو شہید کر کے کتبات نکال دیئے اور گنبد محدث دکنؒ کے وجود کے خلاف عوامی ذہن بنانے کے سلسلہ میں ایک مقامی غیر معروف ہفتہ وار میں سہارنپور کے ایک دار الکفر کا فتویٰ شائع کیا گیا۔ اس کے بعد اسی ہفتہ وار کے مجہول ایڈیٹر اور اس کے شر پسند ساتھیوں نے محدث دکن حضرت عبد اللہ شاہ صاحب قبلہؒ کی گنبد کی تعمیر کو ایک غیر شرعی فعل قرار دیکر لاکھوں مریدانِ محدث دکنؒ کی دل آزاری کی ہے۔ اس سازش میں ایک دیوبندی رضوان القاسمی اور ایک معتمد کاتب عبد السلام بنیادی کردار ادا کر رہے ہیں۔ ان عناصر کا مقصد صرف یہ ہے کہ شہر حیدر آباد میں مسلمانوں کو آپس میں متصادم کر کے عالمی سطح پر دنیائے اسلام میں ہندوستان کے سیاسی وقار کو متاثر کیا جائے اور اسلامی ممالک سے ہندوستان کے خارجی تعلقات خراب کئے جائیں۔ یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ عبد السلام کاتب ۱۹۶۵ء کے لگ بھگ بغیر پاسپورٹ پاکستان گئے تھے۔ اور کئی سال پاکستان میں گذار کر خفیہ طور پر ہندوستان واپس ہوئے اور عرصہ دراز تک روپوش رہے۔ یہ بھی سناگیا کہ یہ صاحب پاکستان میں مخالف ہند صحافت اور سیاسی قائدین کے حلقوں میں شامل رہے ہیں۔

شہر حیدر آباد میں جاریہ کشمکش کو صرف مسلمانوں کا داخلی مسئلہ سمجھ کر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس کشمکش کے نتیجہ میں اگر کوئی تصادم ہو جائے تو عالم اسلام خصوصاً عرب ممالک سے ہندوستان کے تعلقات کے خراب ہو جانے کا قوی احتمال ہے ضرورت ہے کہ حکومت ہند فوری ایسے عناصر کی سرکوبی کے لئے حرکت میں آئے۔

(ہفت روزہ ساز دکن حیدر آباد ۶ مئی ۱۹۷۵ء)

رپورٹ ہائے جلسہ یوم خلافت

مندرجہ ذیل جماعتوں کی طرف سے جلسہ یوم خلافت کی رپورٹیں موصول ہوئی ہیں۔ مگر بوجہ عدم گنجائش انکی اشاعت سے معذرت ہے۔ اللہ تعالیٰ انکی مساعی میں برکت ڈالے۔ آمین۔ (ایڈیٹر)

(۱) جماعت احمدیہ مرکزہ۔ پینگاڑی ۔ (۲) مرینگ آباد۔ (۳) لجنہ اماء اللہ کشمیر گڑھ۔ (۴) لجنہ اماء اللہ سکندر آباد۔

اعانت بدر بھیجئے۔

غانا مغربی افریقہ میں تبلیغ اسلام بقیہ صفحہ اوّل

اگر آپ نہیں لینا چاہتے تو میری طرف سے بے شک باہر پھینک دیں۔ یہ ہے اس جماعت کی قربانی کا معیار۔

کانفرنس کے تیسرے روز پروگرام کے مطابق مجلس نصرت جہاں سکیم کے تحت "وا" میں قائم شدہ نصرت جہاں گرلز اکیڈمی میں ایک مسجد کے سنگ بنیاد کی تقریب منعقد ہوئی تھی۔ چنانچہ نماز عصر کے بعد تمام احباب جماعت سکول کی طرف درود شریف پڑھتے ہوئے روانہ ہوئے۔ کارروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم کمال الدین خان صاحب ہیڈ ماسٹر نوتیا احمدیہ سیکنڈری سکول نے کی۔ پھر مکرم لطیف احمد صاحب شاہد ایم۔اے نے اس مسجد کی غرض وغایت بتائی نیز آپ نے احباب کو آگاہ کیا اور کہاکہ مسجد کا اندازۂ خرچ ۴۲ ہزار روپے ہے اس کے بعد محترم مولوی عبد الوہاب بن آدم صاحب امیر و مشنری انچارج غانا نے بتایا ہم نے ٹیچی مان میں مسجد تعمیر کی تو کسی صاحب نے تمام سمینٹ مہیا کر دیا۔ کسی نے تمام بلاک وغیرہ اور کسی نے تمام دروازے دے دئے اس طرح تھوڑے ہی عرصہ میں ایک بہت بڑی مسجد تعمیر ہو گئی۔ چنانچہ آپ کے اعلان کے ساتھ ہی احباب جماعت نے وعدے لکھوانے شروع کر دئے اور ٹیچی مان والی مسجد کی طرح کسی نے کہا میں تمام سیمنٹ مہیا کر دوں گا۔ کسی نے بلاک اور کسی نے دروازے اور چھت کا سامان دینے کا وعدہ کیا۔ اسکے علاوہ ۸ ہزار روپے کے قریب نقد چندہ بھی احباب نے دیا اور ہمارے ایک پاکستانی دوست مکرم عبد الرفیق صاحب جدران جو مجلس نصرت جہاں سکیم کے تحت اسی سکول میں کام کرتے ہیں) نے اس مسجد کے لئے ۸ ہزار روپے چندہ دیا۔ اندازہ خرچ چونکہ صرف ۴۲ ہزار روپے تھا اور احباب جماعت نے جب وعدہ جات لکھوائے تو اس سے کہیں زیادہ تھے۔ اس لئے منتظمین اس بات پر مجبور ہو گئے کہ مسجد کے نقشہ پر نظر ثانی کی جائے اور اسے آمد کے مطابق وسیع کیا جائے۔ اس موقع پر غانا کمرشل بنک "وا" کے منیجر صاحب نے جو عیسائی ہیں مسجد کے لئے آٹھ سو روپے چندہ دیا۔ ان کی بیگم نے بھی تعمیر مسجد کے لئے چندہ دیا۔

کانفرنس کے تیسرے روز ہی نماز عشاء کے بعد ایک کھلے میدان میں بجلی لگا کر عام تبلیغ کا پروگرام منعقد ہوا جسمیں بہت سارے غیر از جماعت احباب بھی شامل ہوئے۔ اور یہ پروگرام صبح ۴ بجے تک جاری رہا مختلف مقررین نے تبلیغی موضوع پر مفصل تقاریر کیں۔

مورخہ ۴؍ اپریل کو "وا" سے روانہ ہو کر اپر ریجن کے ہیڈ کوارٹر بولگا تانگا سے پہنچے اور پھر یہاں اپر ایجن کے ریجنل کمشنر کرنل W. C. Aquaye Nortey سے ان کے آفس میں ملاقات کی اس موقع پر مکرم امیر صاحب نے ان کی خدمت میں قرآن کریم کا تحفہ پیش کیا جو انہوں نے بڑی خوشی سے قبول کیا۔ اس موقع پر ریڈیو۔ جی بی سی اور اخبارات کے نمائندے بھی موجود تھے جنہوں نے بعد میں مکرم امیر صاحب سے جماعت کے متعلق مختلف سوالات ...... جن کے مکرم امیر صاحب نے مفصل جوابات دئے۔ اسی روز یہاں سے روانہ ہو کر شام کو ہم Tamale پہنچے۔ یہاں پر نماز عشاء کے بعد مکرم امیر صاحب نے احباب جماعت کو قادیان۔ ربوہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے دورہ یورپ کی مختلف سلائیڈز دکھلائیں۔ دوسرے روز مکرم امیر صاحب نے نارتھ ریجن کے محکمہ تعلیم کے انچارج بالا سے ریجن میں موجود احمدیہ سکولوں کے متعلق مختلف امور پر بات چیت کی۔ یہاں سے روانہ ہو کر ہم سلاگا پہنچے۔ جہاں پر ہمارا مجلس نصرت جہاں سکیم کے تحت قائم ایک سیکنڈری سکول ہے۔ مکرم امیر صاحب نے سکول کی عمارت کا معائنہ کیا جو ابھی زیر تعمیر ہے۔ اور پھر سلاگا کے چیف سے ملاقات کی۔ یہ چیف صاحب چونکہ فالج کے حملہ کی وجہ سے بیمار تھے اس لئے انہوں نے امیر صاحب سے درخواست کی اگر آپ اپنا کوئی ڈاکٹر بھجوا سکیں تو میں بہت ممنون ہوں گا۔ چنانچہ مکرم امیر صاحب کی ہدایت کے مطابق مکرم ڈاکٹر منور احمد صاحب آف کوکوفو اشانٹی نے اگلے ہفتہ ہی چیف صاحب کا مکمل معائنہ کیا اور علاج تجویز کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کامل عطا فرمائے۔ آمین

اس طرح ہم اپر ریجن اور نارتھ ریجن کے دورہ کے بعد واپس کماسی پہنچ گئے اس دورہ میں مکرم امیر صاحب کے ہمراہ مکرم مسعود جمال جانسن صاحب سیکرٹری جماعت احمدیہ غانا۔ مکرم مولوی یوسف یاسن صاحب ریجنل مشنری سینٹرل ریجن اور خاکسار تھے۔ ٭

مشورہ — بقیہ اداریہ صد۲

"قادیانیت میں نفع رسانی کے جو جوہر موجود ہیں اُن میں اوّلین اہمیت اس جدّ وجہد کو حاصل ہے جو اسلام کے نام پر وہ غیرمسلم ممالک میں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ قرآنِ مجید کو غیر ملکی زبانوں میں پیش کرتے ہیں۔ تثلیث کو باطِل ثابت کرتے ہیں۔ سیّد المرسلین کی سیرتِ طیّبہ پیش کرتے ہیں اُن ممالک میں مساجد بنواتے ہیں۔ اور جہاں کہیں ممکن ہو اسلام کو امن و سلامتی کے مذہب کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں ....."

"قادیانی تنظیم کا تیسرا پہلو وہ تبلیغی نظام ہے جس نے اس جماعت کو بین الاقوامی جماعت بنا دیا ہے۔ اِس سلسلہ میں یہ حقیقت اچھی طرح سمجھ لینے کی ہے کہ بھارت کشمیر۔ انڈونیشیا۔ اِسرائیل۔ جرمن۔ ہالینڈ۔ سوئٹزرلینڈ۔ امریکہ برطانیہ۔ دمشق۔ نائیجیریا۔ افریقی علاقے اور پاکستان کی تمام قادیانی جماعتیں محمود احمد صاحب کو اپنا امیر اور خلیفہ تسلیم کرتی ہیں۔ اور اُن کے بعض دوسرے ممالک کی جماعتوں اور افراد نے کروڑوں روپوں کی جائدادیں صدر انجمن احمدیہ ربوہ اور صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام وقف کر رکھی ہیں۔"

(المنیر ۲ر مارچ ۱۹۵۶ء)

۱۹۶۴ء میں جب حکومتِ پاکستان کی طرف سے جماعتِ احمدیہ کو زرِ مبادلہ دیئے جانے کے سوال پر ہمارے مخالفین نے حکومت پر اعتراضات کی بوچھار کی تھی تو الجمعیۃ دہلی نے بجاطور پر اس پر یہ تبصرہ کیا تھا کہ :-

"بجائے اس کے کہ وہ اپنی جماعتوں کی اس کوتاہی پر نادم ہوتے کہ اُن کا کوئی فرد تبلیغی مقاصد کے لئے باہر نہیں جاتا وہ اس جماعت کا زرِ مبادلہ بند کروانا چاہتے ہیں جس سے اُن کا بنیادی اختلاف ہے۔ خود کا یہ حال ہے کہ نہ انگریزی اور فرانسیسی زبانوں کا درک رکھتے ہیں اور نہ غیر ممالک میں جاکر اپنی سرگرمیوں سے باطِل جماعتوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ مگر چاہتے یہ ہیں کہ جو جماعت غیر ممالک میں تبلیغی سرگرمیوں میں مصرُوف ہے اُس کی ٹانگ پکڑ کر کھینچ لیں۔ اور باہر کی دُنیا میں نہ خود کام کریں اور نہ دُوسروں کو کام کرنے دیں۔ یہ حضرات صرف فتوؤں سے کام نکالنا چاہتے ہیں حالانکہ دُنیا کام کو دیکھتی ہے۔ خالی فتوؤں کو نہیں دیکھتی۔ اگر پاکستان کے علماء نے صرف باتوں اور فتوؤں سے دُوسروں کی ریڑھ مارنی چاہی تو وہ مُنہ کی کھائیں گے۔ اور میدانِ عمل میں وہی لوگ بازی لے جا سکیں گے جن کی ترقی کو دیکھ کر ہم جلے بُھنے جا رہے ہیں۔ یہ سطور ہم نے اِس لئے لکھی ہیں کہ علماء کو غیرت آئے اور وہ باہر کی دُنیا میں دُوسروں سے زیادہ کام کرکے دِکھائیں اور باطل جماعتوں کو اپنے کام اور اپنی خدمت سے زک دینے کی کوشش کریں۔"

(الجمعیۃ ۲۳ر اگست ۱۹۶۴ء)

خدا کرے علمائے اِسلام کو یہ توفیق ملے کہ وہ تخریبی۔ منفی اور سلبی طریقِ کار کو چھوڑ کر اِسلام کی خدمت کا تعمیری کام کریں۔ اور ساری دُنیا میں ایک ہی رسُول ہو، مُحمّد صلّی اللہ علیہ وسلم اور ایک ہی مذہب ہو اِسلام! آمین۔

(ف - ا - گ)

—:):O:(:—

آپ کا چندہ اخبارِ بدر ختم ہے

مندرجہ ذیل خریدارانِ اخبارِ بدر کا چندہ اخبار بدر آئندہ ماہ جولائی ۱۹۷۵ء میں کسی تاریخ کو ختم ہو رہا ہے

بطور یاد دہانی تحریر خدمت ہے کہ اپنے ذمہ کا چندہ بدر اپنی پہلی فرصت میں ادا کریں تاکہ آپ کے نام پرچہ جاری رہ سکے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کی عدم ادائیگی کی وجہ سے آپکا اخبار بند ہو جائے اور کچھ وقت کے لئے آپ مرکزی حالات اور اہم دینی اعلانات اور علمی مضامین سے محروم ہو جائیں۔

مینیجر بدر قادیان

خریداری نمبر	اسماء خریداران	خریداری نمبر	اسماء خریداران
۱۰۱۹	مکرم مبارک احمد صاحب	۱۵۹۱	مکرم یو۔ ابوبکر صاحب
۱۰۴۶	" احمد اللہ بیگ صاحب	۱۶۵۳	" بی۔ ایم۔ بشیر احمد صاحب
۱۰۶۸	" مولوی مہتاب خان صاحب شموزی	۱۷۸۹	" سید سجاد احمد صاحب
۱۰۸۲	" حافظ صالح محمد الٰہ دین صاحب	۱۸۰۶	دفتر خدام الاحمدیہ
۱۱۷۹	" عبدالستار صاحب	۱۹۶۴	مکرم عبدالرحیم صاحب خالد
۱۲۰۱	" محمد صلاح الدین صاحب	۲۰۶۹	" نذیر احمد صاحب
۱۲۲۴	" شیخ سلیمان صاحب احمدی	۲۱۲۰	محترمہ استانی اکبری خانم صاحبہ۔
۱۲۲۹	" خلیل احمد صاحب	۲۲۱۵	مکرم ایم۔ حفیظ اللہ صاحب
۱۲۳۰	" حافظ صالح محمد الٰہ دین صاحب	۲۲۳۶	" شہرائے عالم صاحب
۱۲۴۰	" حسن چاند صاحب	۲۲۴۹ F	" نذیر احمد صاحب ڈار انگلینڈ
۱۲۶۰	" سید شاہد احمد صاحب	۲۳۲۸	" ایس۔ جی۔ اے ربانی صاحب۔
۱۲۷۹	" سید محمد یونس صاحب۔	۲۳۶۱	" ایم۔ ایم کنور صاحب۔
۱۲۸۹	" رحمت اللہ شیخ صاحب	۲۴۶۹	محترمہ نور جہاں بیگم صاحبہ
۱۳۱۵	" مبارک احمد صاحب	۲۴۹۶	مکرم شیخ ناصر احمد صاحب
۱۳۳۵	محترمہ اعظم النساء بیگم صاحبہ	۲۶۰۲	" ڈاکٹر بدر الدین صاحب
۱۳۵۲	مکرم شاہ محمود صاحب	۲۶۰۳	" پی۔ محمد کریم صاحب
۱۳۸۵	" محمد عبداللہ صاحب بی۔ ایس سی۔	۲۶۲۰	" منظور احمد صاحب
۱۳۹۵	" شریف احمد صاحب۔	۲۶۲۲	" ٹی۔ کے۔ سلیمان صاحب
۱۴۰۸	" یو۔ ابراہیم کہنی صاحب	۲۶۲۳	" محمد خورشید علی صاحب
۱۴۱۰	" شیخ محمد امام صاحب	۲۶۲۷	" محمد یوسف صاحب
۱۴۲۷	" رحمت اللہ صاحب منڈاشی	۲۶۲۸	" عبدالمطلب صاحب
۱۴۳۷	" علی احمد صاحب	۲۶۲۹	محترمہ امۃ الحکیم صاحبہ
۱۴۵۰	محترمہ سیدہ حمید جلال الدین صاحبہ	۲۶۳۱	مکرم بشیر الدین احمد صاحب
۱۴۵۶	" حسن آرا بیگم صاحبہ	۲۶۳۲	" ایڈیٹر صاحب سیاست حیدرآباد
۱۴۷۴	مکرم اظہر خان صاحب۔	۲۶۳۳	" نور محمد الٰہ دین صاحب
۱۴۸۸	" محمد معین الدین صاحب	۲۶۳۵	" محمد حلیم صاحب ٹیلر ماسٹر
۱۴۹۱	" انیس الرحمٰن صاحب	۲۶۶۹	" خواجہ عبدالرحمٰن صاحب فاتی
۱۵۰۳	" سید ممتاز حسین صاحب	۲۷۰۷ F	" اللہ دتہ صاحب گنائی۔
۱۵۷۵	" خواجہ عبدالواجد صاحب انصاری	۲۸۰۸	محترمہ جمیلہ بیگم صاحبہ
۱۵۸۳	" محمد احمد صاحب غوری	—	—٭—

وقت کی پکار

چندہ وقفِ جدید کی اہمیّت اور احباب جماعت کا فرض

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز وقفِ جدید کے بارہ میں فرماتے ہیں:-

"جو ذمہ داری میں نے وقفِ جدید کے سلسلہ میں احمدی بچوں پر ڈالی تھی ابھی بیس فیصدی مشکل ایسے ہیں جنہوں نے اپنی ذمہ داری کو سمجھا ہے۔ اور اس کی ادائیگی کی کوشش کر رہے ہیں ...... اس کا مطلب یہ ہے کہ جماعت کے اسی فیصدی باپ، اور جماعت کی اسی فیصدی مائیں ایسی ہیں جنہیں یہ احساس ہی نہیں ہے کہ انہوں نے اپنے بچوں کے لئے خدا کی رضا کی جنت کو کس طرح پیدا کرنا ہے ...... کیا آپ پسند کریں گی اے احمدی بہنو! اور کیا آپ اس بات کو پسند کریں گے اے احمدی بھائیو! کہ آپ کو تو خدا کی رضا کی جنت نصیب ہو جائے لیکن آپ کے بچے اس جنت کے دروازے سے دھتکارے جائیں ....؟

"یقیناً آپ میں سے کوئی بھی اس بات کو پسند نہیں کرے گا۔ جب آپ ان چیزوں کو پسند نہیں کرتے تو پھر آپ ان ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کیوں نہیں ہوتے۔ پس اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور بچوں کے دلوں میں دین کی راہ میں قربانیاں دینے کا شوق پیدا کریں۔"

وقفِ جدید کا نصف سال گزرنے میں صرف چند ایک یوم باقی ہیں۔ لیکن احباب جماعت کی طرف سے ابھی تک چندہ وقفِ جدید کی ادائیگی کا ½ حصہ ادا نہیں ہوا ہے۔ اور بعض جماعتوں کے وعدے از بقایا بھی ابھی تک موصول نہیں ہوئے۔ اور جن جماعتوں کے وعدے موصول ہوئے ہیں وہ ادائیگی کی طرف خصوصی توجہ فرمادیں۔ اور جن دوستوں نے اپنے وعدے سو فیصدی ادا کر دیئے ہیں ان جماعتوں اور دوستوں کے اسماءِ گرامی بارگاہِ خلافت میں دعا کے لئے پیش کئے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے آمین۔

انچارج وقفِ جدید انجمن احمدیہ قادیان

لازمی چندہ جات کی فرضیّت

یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ چندہ عام اور جلسہ سالانہ جماعتی طور پر لازمی اور ضروری چندے ہیں۔ اور سب سے مقدم ہیں۔ کیونکہ ان کی بنیاد سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رکھی ہے اور ان میں باقاعدگی کے لئے حضور تاکید کرتے ہوئے یہاں تک فرماتے ہیں کہ:-

"جو شخص تین ماہ تک چندہ ادا نہ کرے گا اس کا نام سلسلہ بیعت سے کاٹ دیا جائے گا۔ اس کے بعد کوئی مغرور اور لاپرواہ جو انصار میں داخل نہیں اس سلسلہ میں ہرگز نہ رہ سکے گا۔"

گویا تین ماہ تک چندہ نہ دینے والے کے متعلق حضور کا اس قدر سخت انذار ہے کہ وہ سلسلۂ بیعت سے کٹ جاتا ہے۔ چہ جائیکہ جو اس سے زیادہ کئی ماہ یا کئی سال سے چندہ کا تارک یا بقایا دار ہو۔ ایسا شخص اپنے تاریک انجام کے متعلق خود غور کر سکتا ہے۔ ظاہر طور پر اگر کوئی شخص جماعت سے خارج نہ بھی ہو لیکن خدا تعالیٰ کے حضور اس کوتاہی کی پاداش میں اس کا نام سلسلہ بیعت سے کٹ جائے تو یہ امر اس کے لئے ارشادِ خداوندی خسر الدنیا والآخرۃ کے مطابق سخت نقصان اور خسران کا موجب ہے۔

الغرض سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو لازمی چندوں کی فرضیت اور اہمیت سے جماعت کو آگاہ فرمایا ہے اس کے پیشِ نظر احباب کرام اور عہدہ دارانِ جماعت کا فرض ہے کہ اس کے مطابق ان چندوں کی ادائیگی اور فراہمی کے لئے پوری تن دہی اور کوشش سے کام لیں۔

ناظر بیت المال آمد قادیان

غیر ممالک میں اساتذہ کی ضرورت

بعض بیرونی ممالک میں مندرجہ ذیل مضامین پڑھانے کے لئے اساتذہ کی ضرورت ہے ان مضامین میں ایم۔ اے کی سند رکھنے والے احباب جماعت اپنی درخواستیں امیر یا صدر جماعت کی وساطت اور سفارش کے ساتھ نظارت ہذا میں ارسال فرمائیں:-

انگریزی۔ تاریخ۔ جغرافیہ۔ ریاضی۔ فزکس۔ کیمسٹری۔ بیالوجی۔ زراعت۔ اور فزیکل ایجوکیشن۔

ناظر امور عامہ قادیان

قافلہ جلسہ سالانہ ربوہ دسمبر ۱۹۷۵ء

خواہشمند احباب مندرجہ ذیل کوائف سے اطلاع دیں!

(۱) نام ...... (۲) والد یا خاوند کا نام ...... (۳) تاریخ پیدائش ...... (۴) جائے پیدائش ...... (۵) مکمل پتہ ...... (۶) پیشہ ...... (۷) پاسپورٹ نمبر ...... تاریخ اجراء ...... تاریخ اختتام ...... مقام اجراء ......

(نوٹ) پاسپورٹ میں پاکستان کا اندراج ضروری ہے۔

خواہشمند احباب ابھی سے تیاری شروع کر دیں۔ اور جن دوستوں کے پاسپورٹ تیار ہیں، وہ مہربانی فرما کر اپنی درخواست میں مندرجہ بالا کوائف لکھ کر بھجوا دیں۔ تاکہ فہرست کو آخری شکل دی جاسکے۔ ان کوائف پر مشتمل فہرست وزارتِ خارجہ بھارت سرکار کی طرف سے طلب کی گئی ہے لہٰذا احباب جلد توجہ کرکے ممنون فرمادیں۔ درخواستوں پر امیر جماعت یا صدرِ جماعت کی تصدیق و سفارش ضروری ہے۔

ناظر امور عامہ قادیان

ایک احمدی طالب علم کی نمایاں کامیابی

یہ امر باعثِ مسرت ہے کہ امسال میٹرک کے امتحان میں تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ایک طالب علم عزیز نصیر احمد ابن مکرم ماسٹر محمد ابراہیم صاحب ریڈیو ڈیلر نے نمایاں کامیابی حاصل کی ہے اور میرٹ لسٹ میں آگئے ہیں۔ اور انشاء اللہ گورنمنٹ وظیفہ کے مستحق ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ یہ کامیابی عزیز اور اس کے خاندان اور احمدیت کے لئے مبارک کرے۔

مجلس تحریک جدید کے ایک اور رکن کا تقرّر

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے محترم ڈاکٹر سید اختر احمد صاحب اختر اورینوی ایم اے مقیم پٹنہ (بہار) کو بھی تحریک جدید انجمن احمدیہ قادیان کا رکن نامزد فرمایا ہے۔
اللہ تعالیٰ ان کے اس اعزاز کو سلسلہ کے لئے اور ان کے لئے باعثِ برکت بنائے۔

خاکسار: ملک صلاح الدین سیکرٹری مجلس تحریکِ جدید قادیان

اخبارِ قادیان

۱۔ محترم قریشی عطاء الرحمٰن صاحب ناظر بیت المال خرچ مورخہ ۲۵/۶/۷۵ کو امرتسر سے آنکھ کے اپریشن کے بعد واپس تشریف لے آئے۔ اور رُوبصحت ہو رہے ہیں۔

۲۔ مکرم قریشی سعید احمد صاحب ابھی تک لدھیانہ کے .C.M.C ہسپتال میں زیرِ علاج ہیں اور روبصحت ہیں۔ صحت کاملہ عاجلہ کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

۳۔ محترم بھائی اللہ دین صاحب صحابی کی طبیعت کئی روز سے چکروں کی وجہ سے ناساز ہے۔ ان کی صحت کے لئے بھی احباب دعا فرمائیں۔

۴۔ ہفتہ زیرِ اشاعت میں گورو نانک یونیورسٹی امرتسر کے پری یونیورسٹی (پریپ) اور پنجاب بورڈ کے میٹرک و نہم کے نتائج نکلے پریپ میں چھ لڑکے شریک ہوئے جن میں سے دو لڑکے کامیاب ہوئے۔ اور ایک کا ریزلٹ لیٹ رہا۔ اور بارہ لڑکیاں شریک ہوئیں جن میں سے نو کامیاب اور دو کمپارٹمنٹ میں آئیں۔ عزیزہ ظہیرہ بدر بنت مکرم مولوی محمد حفیظ صاحب بقاپوری ۳۲۴ نمبر لیکر اپنے کالج میں دوئم رہیں۔
میٹرک میں ۲۱ لڑکے شریک ہوئے جن میں سے ۱۳ کامیاب ہوئے۔ اور پانچ کمپارٹمنٹ میں آئے۔ اور دس لڑکیاں شریک ہوئیں جن میں سے آٹھ کامیاب ہوئیں اور دو کا ریزلٹ لیٹ رہا۔
کلاس نہم میں ۱۴ لڑکے شریک ہوئے ۷ کامیاب ہوئے ۴ کمپارٹمنٹ میں آئے۔ اور ۱۶ لڑکیاں شریک ہوئیں جن میں ۱۳ کامیاب ایک کمپارٹمنٹ اور ایک کا ریزلٹ لیٹ رہا۔ اللہ تعالیٰ سب کے لئے یہ کامیابی باعثِ برکت بنائے آمین۔